ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 23 شمارہ 03 ستمبر 2025ء - ربیع الاول 1447ھ

جلد 23 شمارہ 03

ستمبر 2025ء - ربیع الاول 1447ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود
[illegible]

فی شمارہ............ 50 روپے

سالانہ............ 500 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ”التبلیغ“ حاصل کیجئے

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال...........موسم میں بے اعتدالی، اور سیلاب کی تباہی...... مفتی محمد رضوان 3

درسِ قـــرآن (سورہ نساء: قسط2).............................یتیموں کے اموال کی حفاظت

وادائیگی کا حکم...// // 6

درسِ حدیث.......................حجاج بن یوسف (قسط:2)...................// // 16

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات...مفتی محمد رضوان 19

علـم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف (تینتیسواں حصہ)....................................مفتی غلام بلال 24

تذکرۂ اولیاء: ....عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور

میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط11).................................مولانا محمد ریحان 28

پیارے بچو!................موسمیاتی تبدیلی اور بادل کا غصہ................// // 30

بزمِ خواتین....زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ 12)....مفتی طلحہ مدثر 32

آپ کے دینی مسائل کا حل......................گناہ پر اعانت اور گناہ

کے سبب کی تحقیق (قسط:2)..ادارہ 35

کیاآپ جانتے ہیں؟..."رسومِ افتاء واصولِ افتاء" پر کلام (قسط7)......مفتی محمد رضوان 45

عبـــرت کـده ....حضرت یوشع بن نون

علیہ السلام (قسط1)..مولانا طارق محمود 54

طب وصحت....زبان (Tongue) کے افعال اور اس کے امراض...حکیم مفتی محمد ناصر 57

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز...........................// // 59

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

موسم میں بے اعتدالی، اور سیلاب کی تباہی

ایک عرصہ سے ملک میں موسم کی بے اعتدالی اور سیلاب کی تباہ کاری کا سلسلہ جاری ہے، اور وقت گذرنے کے ساتھ ہر سال پہلے کے مقابلہ میں، شدت محسوس کی جارہی ہے۔

اس سال اب تک ملک کے مختلف علاقوں میں تیز بارش اور سیلاب کی وجہ سے سینکڑوں لوگوں کی جانیں جاچکی ہیں، جن میں بچے، بڑے، بوڑھے، اور عورتیں و مرد سب شامل ہیں، بہت سے لوگوں کے گھر، اور عمارتیں تباہ ہوچکی ہیں، اور مال و مویشی و دیگر املاک، اور کاروبار کی شکل میں تباہی الگ ہے۔

بعض علاقوں میں تو دیکھتے ہی دیکھتے، آناً فاناً پورے پورے گاؤں اور بستیوں کا نام ونشان تک ختم ہوگیا، اور وہاں سوائے پتھروں اور ملبے کے اور کچھ باقی نہیں رہا، یہاں تک کہ پانی اور پتھروں کے سیلاب کی وجہ سے فوت ہونے والے کئی افراد کی لاشیں بھی دستیاب نہیں ہوسکیں، اور بچے کھچے لوگ کھلے آسمان تلے رہنے پر مجبور ہوئے۔

بعض گھروں اور خاندانوں کے تمام، یا اکثر افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، اور بچ جانے والے افراد کی زندگی گذارنا بدمزہ ہوچکا۔

اس طرح کی بے شمار خبریں، سوشل میڈیا میں پے در پے نشر ہوچکی ہیں، اور ہورہی ہیں۔

سائنس دانوں اور محکمہ موسمیات والوں کی طرف سے اس طرح کے بگڑتے حالات کا سبب موسم میں غیر معمولی تبدیلی، اور اس کا سبب ہمارے یہاں فطرت کے خلاف سرانجام دیئے جانے والے کئی قسم کے اقدامات کو قرار دیا جارہا ہے۔

جیسا کہ روز بروز درختوں اور سبزوں کی کمی ہوجانے، اور دھواں پیدا کرنے والی اشیاء کی بہتات کی وجہ سے فضاء میں دھویں اور گرد و غبار کی کثرت ہوکر، بارش کے معمولی و فطری نظام میں خلل کا پیدا ہونا، زمین پر جگہ جگہ پختہ عمارتیں بن جانے، اور کنکریٹ ہوجانے کی وجہ سے زمین کے پانی کو جذب کرنے میں کمی کا واقع ہوجانا، اور پانی بہنے، یا پانی جمع ہونے والے علاقوں میں آبادی اور

تعمیرات قائم کرکے، یا پانی کی روانی کو متاثر کرنے والے مادوں، بالخصوص پلاسٹک شاپروں، اور ملبوں وغیرہ کو دریاؤں، نالوں، اور نشیبی علاقوں میں ڈال کر پانی کے مساکن اور گذرگاہوں میں مشکلات اور رکاوٹوں کا پیدا کرنا، وغیرہ وغیرہ۔

جس کے نتیجہ میں ایک طرف تو بادلوں کو معمول اور عام عادت کے مطابق برسنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، بادل پھٹنے کے واقعات پیش آتے ہیں، اور دوسری طرف پانی، آبادی میں داخل ہوجاتا ہے۔

ہمیں اس قسم کے ظاہری اسباب وعوامل سے انکار نہیں، بلا شبہ ہمارے یہاں معاشرتی زندگی کے فطری اصولوں میں بہت زیادہ تبدیلی اور بدنظمی پیدا کی جاچکی ہے، جو اللہ تعالیٰ کو بھی ناپسند ہے، جس کی وجہ سے پے درپے اس قسم کی ناگہانی آفات میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔

ہمارے یہاں ہر ایک کو بس جگاڑ لگا کر اپنے وقتی مسئلوں کو حل کرنے کی فکر تو بہت زیادہ ہے، لیکن ان کے دوررس اثرات ونتائج سے بہت زیادہ غفلت پائی جاتی ہے۔

ورنہ غیر معمولی بارشوں کا سلسلہ پہلے بھی ہوتا تھا، کئی کئی دنوں تک بارش برسا کرتی تھی، لیکن اسی کے ساتھ پانی کو زمین جذب بھی کیا کرتی تھی، اضافی پانی مختلف گڑھوں، اور نشیبی جگہوں میں پہنچ کر جمع ہوجاتا تھا، اور پھر وہ پانی اس علاقہ کی مختلف ضروریات کو پوری کیا کرتا تھا، اور زمین میں بھی جذب شدہ، پانی کو استعمال کرنا اور دوبارہ کنویں، اور نل وغیرہ کے ذریعہ حاصل کرنا ممکن ہوا کرتا تھا۔

اسی طرح پانی کو برسنے کے بعد گذرنے میں بھی مشکلات پیش نہیں آتی تھیں، اور وہ اپنے قدرتی راستوں سے بآسانی گذرتا ہوا، اپنے مقام پر پہنچ جاتا تھا۔

لیکن ایک عرصہ سے ہم خود اپنے ہی ہاتھوں سے ان سب فطری چیزوں کو ختم، یا تبدیل کرتے آرہے ہیں، اور ہماری پے درپے بے اعتدالیوں کے باعث موسم کا درجہ حرارت بھی بڑھتا جارہا ہے، اور اس کی وجہ سے پہاڑوں پر موجود گلیشیرز پگھلنے کا عمل تیز ہوتا جارہا ہے۔

اور یہ خطرہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ اگر صورتِ حال یہی رہی، تو آئندہ آنے والے حالات، موجودہ حالات سے بھی زیادہ خطرناک اور سنگین ہوسکتے ہیں۔

اور ماہرین کی طرف سے یہ کوئی بالکل نئی اور تازہ بات نہیں، بلکہ سالہا سال سے ان اسباب وعوامل کی طرف توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔

www.idaraghufran.org

لیکن ہمارے یہاں بدقسمتی،کم علمی،غفلت،اور غیرضروری مشاغل میں مصروفیت کے باعث نہ تو ان چیزوں کی طرف توجہ ہوسکی،نہ ہی ان چیزوں کے حل کے اسباب کو عملی شکل میں اختیار کیا جاسکا،بلکہ اس کے برعکس روز بروز الٹی گنگا بہنے کا سلسلہ جاری رہا۔اور جب ناگہانی مصیبت وآفت،سر پر پڑی،تو رونا دھونا شروع ہوگیا،وہ بھی وقتی،چند دن بعد پھر یہ اثر زائل ہوجاتا ہے۔

عوام،علماء،سیاست دان،سب ہی اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں اپنی اپنی حسبِ حیثیت کوتاہی کے مرتکب ہیں،اور ہر ایک نے اپنے اپنے شعبوں میں ایسی غیرضروری اور رسمی چیزوں میں مخصوص عنوانات کا خول چڑھا کر اپنے آپ کو مشغول کیا ہوا ہے کہ جن کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے،اور نہ آخرت میں۔

پھر اس طرح کی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے ظاہر ہے کہ کوئی دوسری مخلوق تو آسمان سے ٹپکے گی نہیں،اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر انسانوں کو بھیجا ہے،تو اس کی اصلاح وفلاح والے کاموں کے کرنے،اور اس میں فساد وبگاڑ پیدا کرنے والے کاموں سے بچنے بچانے کی فکر کرنا،اور ذمہ داری کو نبھانا بھی ظاہر ہے کہ انسانوں کے اوپر ہے۔

اسی کے ساتھ مسلمانوں کو اس چیز سے بھی غافل ہوجانا،درست نہیں کہ زمین میں رونما ہونے والے فساد میں خود اس پر بسنے والے انسانوں کے ان اعمال کا بھی بہت بڑا دخل ہے،جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں،کیونکہ اس میں شک نہیں کہ کائنات کی دوسری چیزوں کے ساتھ ساتھ زمین بھی،اللہ کی مخلوق ومملوک ہے،جس پر اللہ کی ناراضگی والے کاموں کا اثر پڑنا،ایک لازمی وفطری بات ہے۔

اس لئے جب تک اللہ کو ناراض کرنے والے کاموں کو نہیں چھوڑا جائے گا،اور ان سے توبہ واستغفار کا اہتمام نہیں کیا جائے گا،اس وقت تک مسائل کا حل ہونا،ممکن نہیں۔

پس جہاں ایک طرف ظاہری ومادی اسباب کی اپنی جگہ اہمیت موجود ہے،اسی کے ساتھ باطنی،روحانی اور ایمانی اعمال کی ضرورت واہمیت بھی برقرار ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین ودنیا کے اعتبار سے صلاح وفلاح اور اپنی رضا والے کاموں کے کرنے،اور آفات سے محفوظ رہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

درسِ قرآن (سورہ نساء: قسط:02، آیت نمبر 02)   مفتی محمد رضوان

یتیموں کے اموال کی حفاظت وادائیگی کا حکم

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا (2)

ترجمہ: اور دے دو تم یتیموں کو ان کے اموال، اور مت بدلو تم خبیث کو، طیب سے اور مت کھاؤ تم ان (یتیموں) کے اموال کو، اپنے اموال کی طرف (ملا کر) بے شک یہ بڑا گناہ ہے (2) (سورہ نساء)

تفسیر وتشریح

یہ سورہ نساء کی دوسری آیت ہے، اور سورہ نساء کی اس سے پہلی آیت میں رشتہ داروں وقرابت داروں کی حفاظت اوران کے حقوق اداء کرنے کی تاکید بیان کی گئی تھی۔

اب دوسری آیت میں یتیموں کے اموال کی حفاظت کا حکم اوران میں کسی قسم کی خورد برد کرنے کی ممانعت کا حکم بیان کیا گیا ہے، کیونکہ یتیم اپنی بے سروسامانی اور بے کسی اور کم عمری کی وجہ سے زیادہ شفقت ورعایت کا مستحق ہوتا ہے، اور یتیم بچے کا ولی، یا نگران بھی عاطور پر اس کا کوئی رشتہ دار وقرابت دار ہوتا ہے، اس لئے اس کا تعلق بھی اس حیثیت سے رشتہ داروں وقرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی سے منسلک ہوگیا۔

یتیم ایسے نابالغ بچہ، یا بچی کو کہا جاتا ہے، جس کے والد کا سایہ سر سے اٹھ جائے، یعنی وہ فوت ہوجائے، جب تک یہ بچہ، یا بچی نابالغ رہے، اس وقت تک اس پر یتیم ہونے کے احکام جاری ہوتے ہیں، اور بالغ وعاقل ہونے کے بعد یتیم ہونے کا حکم ختم ہوجاتا ہے۔ [1]

---

[1] وفی الاصطلاح :عرف الفقهاء اليتيم بأنه من مات أبوه وهو دون البلوغ،لحديث " :لا يتم بعد احتلام "(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵ ص ۲۵۴، مادة "يتيم")

www.idaraghufran.org

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا يُتْمَ عَلَى جَارِيَةٍ إِذَا هِيَ حَاضَتْ(المعجم الكبير للطبراني،رقم الحديث ۳۵۰۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احتلام (یعنی بالغ) ہونے کے بعد یتیم ہونا باقی نہیں رہتا، اور بچی پر یتیم ہونا باقی نہیں رہتا، جب اس کو حیض آ جائے (یعنی وہ بالغ ہوجائے) (طبرانی)

سورہ نساء کی مندرجہ بالا آیت میں پہلا حکم تو یہ دیا گیا کہ یتیموں کو ان کے اموال، جو ان یتیموں کی ملکیت ہوں، خواہ روپیہ، پیسہ کی شکل میں، یا جائیداد کی شکل میں ہوں، اور خواہ ان کو وراثت میں ملے ہوں، یا کسی نے صدقہ، یا ہدیہ کیے ہوں، وہ سب ان یتیموں کو دیدینے کا حکم دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے یہ اموال خود ہڑپ نہ کیے جائیں، اور ان پر ناحق قبضہ نہ جمایا جائے۔

یتیم بچوں کی ملکیت میں اگر کچھ مال ہے، تو یتیم کے ساتھ اس کے مال کی حفاظت بھی اس شخص کے ذمہ ہے، جو یتیم کا ولی، یا نگران ہے، پھر اس صورت میں اس نگران کو یہ حق ہے کہ وہ یتیم کے ضروری اخراجات تو اس کے مال سے پورے کرے، لیکن اس کا مال بالغ ہونے سے پہلے اس کے قبضہ میں نہ دے، کیونکہ نابالغ بچہ کے کہیں ضائع کردینے کا ڈر ہوتا ہے۔

اور یہ جو فرمایا گیا کہ یتیموں کے اموال ان کو دے دو، اس کی توضیح آگے سورہ نساء کی پانچویں آیت میں آتی ہے، جس میں بتلایا گیا ہے کہ ان کے مال ان کو اس وقت حوالہ کرو، جب دیکھ لو کہ وہ بالغ ہوگئے اور ان کو اپنے نفع ونقصان اور بھلے برے کی تمیز پیدا ہوگئی۔

چنانچہ ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا

---

[1] قال الهيثمي:

رواه الطبراني، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ۵۴۱۷،باب لا يتم بعد حلم)

وقال الالباني:

قلت :وهذا إسناد جيد (سلسلة الاحاديث الصحيحة،تحت رقم الحديث ۳۱۸۰)

www.idaraghufran.org

إِلَيۡهِمۡ أَمۡوَالَهُمۡ وَلَا تَأۡكُلُوهَا إِسۡرَافًا وَبِدَارًا أَنۡ يَّكۡبَرُوۡا وَمَنۡ كَانَ غَنِيًّا فَلۡيَسۡتَعۡفِفۡ وَمَنۡ كَانَ فَقِيۡرًا فَلۡيَأۡكُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ فَإِذَا دَفَعۡتُمۡ إِلَيۡهِمۡ أَمۡوَالَهُمۡ فَأَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِمۡ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا (سورة النساء رقم الآية،٦)

ترجمہ:اورآزماتے رہو یتیموں کو، یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم محسوس کرو ان میں ہوشیاری، تو حوالے کر دو، ان کی طرف ان کے مال، اور نہ کھاؤ اِن کے مال کو بے جا، اور ان کے بڑے ہونے کے ڈر سے، اور جو غنی ہو، تو وہ اپنے آپ کو پاک رکھے، اور جو فقیر و غریب ہو، تو وہ کھالے معروف طریقہ پر، پھر جب حوالے کرو ان کی طرف ان کے مال، تو گواہ بنالو ان پر، اور اللہ کافی ہے حساب لینے کے اعتبار سے (سورہ نساء)

مطلب یہ ہے کہ جب یتیم بالغ اور سمجھدار ہو جائے، اور آزمانے سے اندازہ ہو جائے کہ اب وہ مال کے نفع ونقصان اور حفاظت وضیاع کو سمجھنے لگا ہے، تو یتیم کو اس کا مال جو سرپرست، یا نگران کے پاس ہے، اس کے حوالہ کر دینا چاہئے، اور یتیم کے مال کو اس ڈر سے کہ وہ بڑا ہو کر اپنا مال واپس لے لے گا، جلدی جلدی کھانے کی کوشش کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی شخص یتیم کی کفالت کرتا ہے، اور وہ خود غریب ہے، جس کے پاس اپنی ضروریات کا انتظام نہیں، تو وہ یتیم کی کفالت اور تربیت کرنے کی حیثیت سے بقدرِ ضرورت کھا سکتا ہے، مگر شرط یہی ہے کہ ایک تو وہ خود فقیر وغریب ہو، دوسرے صرف بقدرِ ضرورت کھائے، ضرورت سے زیادہ یا مزے اڑانے کے لئے نہ کھائے، بعض روایات میں اس کی وضاحت آئی ہے۔

اس لئے سورہ نساء کی دوسری آیت میں یتیموں کے اموال ان کو دینے کا مطلب یہ ہوا کہ ان اموال کی حفاظت کرو، ان کی ضروریات میں لگاؤ، اور اپنے وقت پر یہ اموال ان کے حوالہ کر دو، اس کے علاوہ اس جملے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یتیم کے نگران کی ذمہ داری صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ یتیم کے مال کو خود نہ کھائے، یا خود ضائع نہ کرے، بلکہ اس کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی حفاظت کر کے اس قابل بنائے کہ بالغ ہونے کے بعد اس کو مل سکے۔

بہر حال یتیموں کو ان کا مملوکہ مال ادا کرنا ضروری ہے، خواہ اس طور پر کہ ان کا مال ان کی ہی

ضروریات وسہولیات میں خرچ کیا جائے، یا اس طور پر کہ جب وہ بالغ اور سمجھدار ہو جائیں، تو ان کا مال ان کے حوالہ کردیا جائے۔

اورسوہ نساء کی مذکورہ آیت میں دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ یتیموں کے اچھے مال کو خراب مال سے تبدیل نہ کرو، یعنی ایسا نہ کرو کہ ان کے اچھے مال کو اپنے پاس رکھ لو، اور جو اپنے پاس خراب مال ہے، وہ اس کے عوض میں یتیموں کے حوالہ کردو۔

بعض لوگ ایسا کرتے تھے کہ یتیم کے مال کی تعداد تو محفوظ رکھتے تھے، مگراس میں جو اچھی چیز نظر آتی، وہ خود لے لیا کرتے تھے، اوراس کی جگہ اپنی خراب چیز رکھ دیا کرتے تھے، چونکہ یہ بھی یتیم کے مال میں خیانت ہے، اور ممکن تھا کہ کسی شخص کا نفس یہ حیلہ کرے کہ ہم نے تو یتیم کا مال لیا نہیں، بلکہ اس کو بدلا ہے، اس لئے اس کی ممانعت فرما دی گئی، اس ممانعت میں جس طرح یہ داخل ہے کہ خود اپنی خراب چیز دے کر اچھی چیز لے لی جائے، اسی طرح یہ بھی داخل ہے کہ کسی دوسرے شخص سے تبادلہ کا ایسا معاملہ کرلیا جائے، جس میں یتیم بچے کا نقصان ہو۔

اورسورہ نساء کی مذکورہ آیت میں تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ یتیموں کے اموال کو اپنے اموال کے ساتھ شامل نہ کرو، کیونکہ اس میں یتیموں کے ساتھ خیانت وبددیانتی لازم آنے کا ڈر ہے کہ ان کے اموال میں سے اپنے اوپر خرچ کرکے اور کم مقدار میں یتیموں پر خرچ کرکے، یہ خیال کرو کہ ہم نے یتیموں کا مال، ان پر خرچ کردیا، اس طرح کرنے کو اللہ تعالیٰ نے بڑا گناہ فرمایا ہے۔

اس کا مقصد تو یتیم کے مال کو ناجائز طور پر کھا جانے کی ممانعت تھا، خواہ اپنے مال میں ملا کر کھا یا جائے، یا علیٰحدہ رکھ کر کھایا جائے، لیکن عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ یتیموں کا مال اپنے مال میں شامل کرلیا، پھراس میں سے خود بھی کھایا، اور یتیم کو بھی کھلا دیا، اس صورت میں جداگانہ حساب نہ ہونے کی وجہ سے ایک دینی ذہن رکھنے والے کو بھی یہ دھوکہ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں، اس لئے خاص طور سے اپنے اموال کے ساتھ ملا کر کھانے کی ممانعت وحرمت کا ذکر اوراس پر تنبیہ فرمادی کہ یا تو یتیم کے مال کو بالکل علیٰحدہ رکھو، اور علیٰحدہ خرچ کرو، جس میں کسی زیادتی کا خطرہ ہی نہ رہے، یا پھر ملا کر رکھو، تو اس حساب سے رکھو جس میں یہ یقین ہو کہ یتیم کا مال تمہارے ذاتی خرچ میں نہیں

آیا،اس کی مزید تشریح سورۃ بقرہ کی اس آیت میں گذر چکی ہے:

وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورة البقرة، رقم الآية ۲۲۰)

ترجمہ:اورسوال کرتے ہیں وہ آپ سے یتیموں کے متعلق، کہہ دیجئے کہ اصلاح کرنا ان کے لئے بہتر ہے اوراگرملالوتم ان کوتو وہ تمہارے بھائی ہیں اوراللہ جانتا ہے فساد کرنے والے کواصلاح کرنے والے کے مقابلہ میں اوراگر چاہتا اللہ تو تمہیں تکلیف میں ڈال دیتا، بے شک اللہ عزیز ہے حکیم ہے(سورہ بقرہ)

بہرحال یتیم کے اچھے مال پرخود قبضہ جما کر یا خود استعمال کرکے، یتیم کو گھٹیا اور ردی مال یا چیز مہیا کرنا، یا یتیم کے مال کو اپنے مال کے ساتھ شامل کرکے اس کو اپنا مال قرار دینا سخت گناہ کی بات ہے۔

قرآن مجید کی دوسری کئی آیات میں بھی یتیموں کے اموال کی حفاظت کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا(سورة النساء ،رقم الآية ۱۰)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جوکھاتے ہیں یتیموں کے اموال کوظلم کے طور پر، بس وہ کھا رہے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ کو،اورعنقریب داخل ہوں گے وہ آگ میں(سورہ نساء)

اورسورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ (سورة الانعام، رقم الآية ۱۵۲)

ترجمہ:اورقریب نہ جاؤ تم یتیم کے مال کے،مگراس طریقے سے جواچھا ہو، یہاں تک کہ وہ(یتیم)اپنی جوانی کو پہنچ جائے(سورہ انعام)

اورسورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ (سورة الاسراء، رقم الآية ۳۴)

ترجمہ: اور قریب نہ جاؤ تم یتیم کے مال کے، مگر اس طریقے سے جو اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ (یتیم) اپنی جوانی کو پہنچ جائے (سورہ اسراء)

قرآن مجید کے علاوہ احادیث میں بھی یتیموں کے مال کو کھانا سخت گناہ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۲۷۶۶، كتاب الوصايا، باب قول الله تعالى: إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما، إنما يأكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ہلاک کرنے والے گناہ کون سے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور جادو کرنا، اور اس جان کو قتل کرنا، جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، مگر یہ کہ وہ قتل حق پر مبنی ہو (کہ جس کو خود شریعت نے قتل کرنے کا حکم دیا ہو) اور سود کھانا، اور یتیم کا مال کھانا، اور جہاد کے موقع پر پیٹھ پھرانا، اور مومن پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانا (بخاری)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ: لَا أُقْسِمُ، لَا أُقْسِمُ، لَا أُقْسِمُ، ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالَ: أَبْشِرُوْا أَبْشِرُوْا، إِنَّهُ مَنْ صَلَّى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَاجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ دَخَلَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ، قَالَ

الْمُطَّلِبُ: سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْأَلُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو: أَسَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُهُنَّ؟، قَالَ: نَعَمْ: عُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَالشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ، وَأَكْلُ الرِّبَا(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۳، ج۱۳ ص۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے، پھر فرمایا کہ میں قسم کھاتا ہوں، میں قسم کھاتا ہوں، میں قسم کھاتا ہوں، پھر منبر سے نیچے تشریف لے آئے، پھر فرمایا کہ تم خوشخبری حاصل کرو، خوشخبری حاصل کرو، جس نے پانچ وقت کی نماز پڑھی اور کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچایا، تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا، داخل ہوجائے گا، حضرت مُطّلب راوی کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی سے سنا، اس نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کا ذکر سنا ہے، انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! وہ یہ ہیں، والدین سے بدسلوکی (اور قطع رحمی) کرنا، اور اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور کسی جان کو (بلاوجہ) قتل کرنا، اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا، اور یتیم کا مال کھانا، اور میدانِ جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنا، اور سود کھانا (طبرانی)

اور حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: اِجْتَنِبُوا الْكَبَائِرَ السَّبْعَ، فَسَكَتَ النَّاسُ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تَسْأَلُوْنِيْ عَنْهُنَّ؟ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَأَكَلُ الرِّبَا، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَةِ، وَالتَّعَرُّبُ بَعْدَ الْهِجْرَةِ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۵۶۳۶، ج۶ ص۱۰۳) [2]

---

[1] قال الالبانی: قلت: وهذا إسناد حسن إن شاء الله تعالى (سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ۳۴۵۱)

[2] قال الالبانی: فالحديث قوی لا علة له (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۲۴۴)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر یہ بات سنی کہ تم سات کبیرہ گناہوں سے بچو، یہ سن کرلوگ (خوف ودہشت کی وجہ سے) خاموش ہوگئے، اور کسی نے بھی کوئی کلام نہیں کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیاتم مجھ سے ان سات کبیرہ گناہوں کا سوال نہیں کروگے؟ (وہ گناہ یہ ہیں کہ) ایک تو اللہ کے ساتھ شرک کرنا، دوسرے کسی کی جان کوقتل کرنا، تیسرے میدانِ جہاد سے بھاگنا، چوتھے یتیم کا مال کھانا، پانچویں سود کھانا، چھٹے پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، ساتویں (شرعی) ہجرت کے بعد واپس لوٹ جانا (طبرانی)

حضرت عمیر لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ الْمُصَلُّوْنَ وَمَنْ يُّقِيمُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ الَّتِيْ كَتَبَهُنَّ اللّٰهُ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَيَصُوْمُ رَمَضَانَ وَيَحْتَسِبُ صَوْمَهٗ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهٗ يَحْتَسِبُهَا، وَيَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ الَّتِيْ نَهَى اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَمِ الْكَبَائِرُ؟ قَالَ: هِيَ تِسْعٌ أَعْظَمُهُنَّ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَقَتْلُ الْمُؤْمِنِ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَالْفِرَارُ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَةِ، وَالسِّحْرُ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ، وَإِحَلَالُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قِبْلَتِكُمْ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا، لَا يَمُوْتُ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ هٰذِهِ الْكَبَائِرَ، وَيُقِيْمُ الصَّلَاةَ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ إِلَّا رَافَقَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بُحْبُوْحَةِ جَنَّةٍ أَبْوَابُهَا مَصَارِيْعُ الذَّهَبِ (المعجم الكبير للطبرانی) [1]

---

[1] رقم الحديث ۱۰۱، ج۱۷ ص۴۷، المستدرک الحاکم، رقم الحديث ۷۶۶۶.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه.

و قال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

وقال المنذری :رواه الطبرانی فی الكبير ورواته ثقات وفی بعضهم كلام وعند أبی داود بعضه بحبوحة الجنة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ یاد رکھو کہ اولیاء اللہ نماز پڑھنے والے ہیں، جو کہ پانچ نمازوں کو قائم کرتے ہیں، جو اللہ نے اپنے بندوں پر فرض کی ہیں، اور رمضان کے روزے رکھتے ہیں اور اپنے روزے سے ثواب کی امید رکھتے ہیں، اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے خوش دلی کے ساتھ زکاۃ اداء کرتے ہیں، اور ان کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں کہ جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے، پھر صحابہ میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کبیرہ گناہ کیا ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نو گناہ ہیں، ایک اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جو سب سے عظیم گناہ ہے، دوسرے مومن کو ناحق قتل کرنا، تیسرے قتال کے وقت راہِ فرار اختیار کرنا، چوتھے پاک دامن عورت کو تہمت لگانا، پانچویں جادو کرنا، چھٹے یتیم کا مال کھانا، ساتویں سود کھانا، آٹھویں مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا، نویں بیتِ حرام (یعنی بیتُ اللہ) کی بے حرمتی کرنا، جو تمہارا زندوں اور مُردوں (سب) کا قبلہ ہے، جو آدمی بھی اس حال میں فوت ہو کہ وہ ان کبیرہ گناہوں کو نہیں کرتا، اور نماز قائم کرتا ہے، اور زکاۃ اداء کرتا ہے، تو وہ جنت کے درمیان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا، جس کے دروازے کے پلّے (یعنی کِواڑ) سونے کے ہوں گے (طبرانی، حاکم)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: یَا أَبَا ذَرٍّ، إِنِّیْ أَرَاکَ ضَعِیْفًا، وَإِنِّیْ أُحِبُّ لَکَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِیْ، لَا تَأَمَّرَنَّ عَلٰی اِثْنَیْنِ، وَلَا تَوَلَّیَنَّ مَالَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بضم الباء ین الموحدتین وبحاء ین مهملتین هو وسطها(الترغيب و الترهيب، تحت رقم الحديث ١١٢٣، كتاب الصدقات الترغيب فى أداء الزكاة وتأكيد وجوبها)

و قال ايضاً: رواه الطبرانى فى الكبير بإسناد حسن(الترغيب و الترهيب، تحت رقم الحديث ٢٠٨٨، كتاب الجهاد الترغيب فى الرباط فى سبيل الله عز وجل،الترهيب من الفرار من الزحف)

وقال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، ورجاله موثقون(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ١٤٢، باب فيما بنى عليه الإسلام، باب منه)

www.idaraghufran.org

یَتِیْمٍ(صحیح مسلم،رقم الحدیث ۱۸۲۶"۱۷")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! میں آپ کو ضعیف خیال کرتا ہوں، اور میں آپ کے لئے وہی چیز پسند کرتا ہوں، جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمیوں پر امیر مت بننا، اور یتیم کے مال کے ذمہ دار بھی مت بننا (مسلم)

یعنی اگر کوئی شرعی، یا طبعی طور پر کمزور ہو، جسے اپنے، یا دوسرے کے اوپر قابو رکھنا مشکل ہو، تو اسے کسی کا امیر اور یتیم کے مال کا ذمہ دار نہیں بننا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيْفَيْنِ : الْيَتِيْمِ، وَالْمَرْأَةِ(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۶۷۸، باب حق اليتيم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! بے شک میں نے دو ضعیفوں کے حق کو حرام قرار دے دیا ہے، ایک یتیم کے، اور دوسرے عورت کے (ابنِ ماجہ)

[1] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده قوي (حاشيةسنن ابنِ ماجه)

قربِ قیامت وفتنوں کا ظہور (جلد اول)

قیامت سے پہلے اور اس کے قریب واقع ہونے والی علامات اور فتنوں کے متعلق، قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں تفصیلات وتشریحات اور ہدایات، قیامت کی بعیدی، قریبی اور متوسط علامات پر مفصل ومدلل کلام، معتبر وغیر معتبر احادیث وروایات کی نشاندہی اور فتنوں سے حفاظت کی تحقیق

قربِ قیامت وفتنوں سے متعلق مفصل ومدلل کتاب

قربِ قیامت وفتنوں کا ظہور (جلد دوم)

قیامت سے پہلے اور اس کے قریب واقع ہونے والی علامات اور فتنوں کے متعلق قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں تفصیلات وتشریحات وہدایات، قیامت کی بعیدی، قریبی اور متوسط علامات پر مفصل ومدلل کلام، معتبر وغیر معتبر احادیث وروایات کی نشاندہی اور فتنوں سے حفاظت کی تحقیق

قربِ قیامت وفتنوں سے متعلق مفصل ومدلل کتاب

مؤلف: مفتی محمد رضوان خان

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

حجاج بن یوسف (قسط:2)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک طرف تو عبداللہ بن زبیر کی نیکی اور تقوے کی شہادت دی، اور ساتھ ہی اس طرح کے طرزِ عمل سے منع کرنے کی اپنی ذمہ داری پوری کرنے کا بھی ذکر کیا، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی باہمی جنگ کے بڑے مخالف اور صلح کے علمبردار تھے، اور شر پسند لوگوں کے مقابلہ اور ان کے ساتھ چھیڑ چھار سے کنارہ کشی پسند کیا کرتے تھے۔ [1]

اوحضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ پر مسلمانوں کے درمیان منازعت اور خون ریزی سے بچنے بچانے کا بہت غلبہ تھا، جس کا وہ مختلف مواقع پر حسبِ استطاعت اہتمام واظہار کیا کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی زندگی میں، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر حکومت کے قضیہ سے الگ کرلیا تھا کہ اس سے فتنہ لازم آتا ہے، اور درحقیقت قتال، فتنہ کو ختم کرنے کے لئے ہے۔ [2]

---

[1] وقوله :(لقد كنت أنهاک عن هذا) مكرر ثلاثا، وهذا إشارة إلى موجب الصلب وسببه، وهو الخروج ودعوى الإمامة ومخالفة هؤلاء الأشرار(لمعات التنقيح فى شرح مشكاة المصابيح، ج٩، ص ٥٧٣، كتاب المناقب،باب مناقب قريش وذكر القبائل)

و(قول ابن عمر :أما والله لقد كنت أنهاک عن هذا) أى :عن التعرض لهذا، وكأنه كان أشار عليه بالصلح، ونهاه عن قتالهم لما رأى من كثرة عدوه، وشدة شوكتهم، ثم إنه شهد بما علم من حاله فقال :أما والله إن كنت ما علمت صواما، قواما، وصولا للرحم(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم،للقرطبى،ج٦،ص٥٠٣،كتاب النبوات وفضائل نبينا محمد صلى الله عليه وسلم،باب فى ثقيف كذاب ومبير)

[2] حدثنا محمد بن بشار: حدثنا عبد الوهاب: حدثنا عبيد الله، عن نافع، عن ابن عمر رضى الله عنهما: أتاه رجلان فى فتنة ابن الزبير فقالا: إن الناس صنعوا وأنت ابن عمر، وصاحب النبى صلى الله عليه وسلم، فما يمنعک أن تخرج؟ فقال: يمنعنى أن الله حرم دم أخي، فقالا: ألم يقل الله:”وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة“ فقال: قاتلنا حتى لم تكن فتنة، وكان الدين لله، وأنتم تريدون أن تقاتلوا حتى تكون فتنة، ويكون الدين لغير الله (صحيح البخارى،رقم الحديث ٤٥١٥، كتاب تفسير القرآن)

اور صحیح بخاری، اور مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ جب اہلِ مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو توڑنا شروع کیا، تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اہلِ خانہ کو جمع کر کے اس سے منع کیا۔ [1]

حضرت شعبی کی سند سے یہ بھی مروی ہے کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عراق جانے سے بھی منع کیا تھا۔ [2]

اس روایت کے راوی تو معتبر ہیں، لیکن ابوحاتم وغیرہ نے حضرت شعبی کے ابنِ عمر سے سماع کی نفی کی ہے۔

---

[1] حدثنا سليمان بن حرب، حدثنا حماد بن زيد، عن أيوب، عن نافع قال: لما خلع أهل المدينة يزيد بن معاوية، جمع ابن عمر حشمه وولده، فقال: إنى سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول: ينصب لكل غادر لواء يوم القيامة .وإنا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله، وإنى لا أعلم غدرا أعظم من أن يبايع رجل على بيع الله ورسوله ثم ينصب له القتال، وإنى لا أعلم أحدا منكم خلعه، ولا بايع فى هذا الأمر إلا كانت الفيصل بينى وبينه .(صحيح البخارى،رقم الحديث ٧١١١، كتاب الفتن)

عن نافع، قال: لما خلع الناس يزيد بن معاوية، جمع ابن عمر بنيه وأهله، ثم تشهد، ثم قال: أما بعد، فإنا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله، وإنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " إن الغادر ينصب له لواء يوم القيامة، يقال: هذه غدرة فلان "وإن من أعظم الغدر – إلا أن يكون الإشراك بالله تعالى – أن يبايع رجل رجلا على بيع الله ورسوله، ثم ينكث بيعته، فلا يخلعن أحد منكم يزيد، ولا يشرفن أحد منكم فى هذا الأمر فيكون صيلم بينى وبينه(مسند احمد،رقم الحديث٥٠٨٨)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] أخبرنا محمد بن إسحاق بن إبراهيم مولى ثقيف، حدثنا الحسن بن محمد بن الصباح، حدثنا شبابة بن سوار، حدثنا يحيى بن إسماعيل بن سالم عن الشعبى قال :بلغ ابن عمر وهو بمال له أن الحسين بن على قد توجه إلى العراق، فلحقه على مسيرة ""يومين أو ثلاثة، فقال : إلى أين؟ فقال :هذه كتب أهل العراق وبيعتهم، فقال :لا تفعل، فأبى، فقال له ابن عمر :أن جبريل عليه السلام أتى النبى صلى الله عليه وسلم فخيره بين الدنيا والآخرة فاختار الآخرة، ولم يرد الدنيا، وإنك بضعة من رسول الله صلى الله عليه وسلم، كذلك يريد منكم ""، فأبى، فاعتنقه ابن عمر، وقال :أستودعك الله، والسلام "(صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ٦٩٦٨، كتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين،مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين)

www.idaraghufran.org

اور بعض حضرات امام شعبی کی مراسیل کو معتبر مانتے ہیں۔ [1]

بہر حال جو کچھ بھی ہو، حضراتِ صحابہ کے مابین اس طرح کی آراء کے اختلاف کی وجہ سے کسی صحابی کی شان میں گستاخی ولب کشائی کی اجازت نہیں، علمی باتوں اور اس طرح کے اجتہادی اختلافات کو اپنی حدود میں رکھنا ضروری ہے۔ (جاری ہے……)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: "رجاله ثقات رجال الصحيح، غير يحيى بن إسماعيل بن سالم، فقد وثقه المؤلف 7/610، وروى عنه جمع، وأورده ابن أبي حاتم 9/126ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا .وأخرجه البزار "2643"عن إسماعيل بن أبي الحارث، والبيهقي في "دلائل النبوة 471 - 6/470 "من طريق محمد بن عبد الملك بن زنجويه كلاهما عن شبابة بن سوار، بهذا الإسناد.وقد وقع في إسناد البزار تحريف يصحح من هنا .وأورده الهيثمي في "المجمع 9/192 "وقال رواه الطبراني في "الأوسط "والبزار، ورجاله ثقات.وأخرجه ابن عساكر في "تاريخ دمشق " "تهذيبه "4/332من طريق البيهقي.وأخرجه البزار "2644"عن محمد بن معمر، عن أبي داود -وهو الطيالسي -عن يحيى بن إسماعيل، به .وقد وقع في المطبوع "الحسن بن إسماعيل "وهو تحريف ,ونسبه أيضا ابن كثير في"شمائل الرسول "ص 449إلى أبي داود الطيالسي في "مسنده "عن يحيى بن إسماعيل بن سالم، به .وأخرجه مختصرا البيهقي في "السنن" 7/48من طريق يحيى بن أبي طالب، عن شبابة بن سوار عن يحيى بن إسماعيل بن سالم، قال :سمعت الشعبي يحدث عن ابن عمر رضي الله عنه قال :إن جبريل عليه السلام أتى النبي صلى الله عليه وسلم، فخيره بين الدنيا والآخرة فاختار الآخرة ولم يرد الدنيا(حاشية صحيح ابنِ حبان)

وقال الهيثمي:رواه البزار، والطبراني في الأوسط، ورجال البزار ثقات(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ١٥١٣٠ ،باب مناقب الحسين بن علي عليهما السلام)

وقال حسين سليم أسد الدّاراني :

رجاله ثقات، غير أنه منقطع، قال ابن أبي حاتم في "المراسيل "ص " :(160)سمعت أبي يقول :لم يسمع الشعبي من ابن عمر ." ...وانظر جامع التحصيل ص .(248)

ويحيى بن إسماعيل بن سالم هو الأسدي، ترجمه البخاري في الكبير 260 /8ولم يورد فيه جرحاً ولا تعديلاً، وتبعه على ذلك ابن أبي حاتم في "الجرح والتعديل 126 /9 "، وكره ابن حبان في الثقات .610 /7.والحديث في الإحسان 58 /9برقم .(9629)وعنده "مسيرة شهر يومين "وأظن أن كلمة "شهر "مقحمة هنا .وعنده أيضاً "وإنك بضعة "بدل "وإنكم بضعة ."وأخرجه البزار 232 /3برقم (2643) من طريق إسماعيل بن أبي الحارث، حدثنا شبابة بن سوار، بهذا الإسناد .وقد أقحم فيه "الحسن "بين شبابة، وبين يحيى فقال " :حدثنا الحسن بن يحيى بن إسماعيل، عن سالم ."وهذا تحريف أيضاً.وأخرجه البزار (2644) من طريق محمد بن معمر، حدثنا أبو داود، حدثنا الحسن ابن إسماعيل، عن الشعبي، به.

وذكره الهيثمي في "مجمع الزوائد 192 /9 "باب :مناقب الحسين بن علي -عليهما السلام- وقال " :رواه البزار، والطبراني في الأوسط، ورجال البزار ثقات(حاشية موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان،تحت رقم الحديث ٢٢٤٢)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

یزید پر لعنت اور کعبہ کی اہانت

(28-ذوالقعدۃ-1446ھ)

آج کل لوگوں میں یزید، اور اس جیسے بعض دوسرے لوگوں پر لعنت وملامت کی بہت بحث چلتی ہے، جس کو طرفین سے اس قدر سنگین مسئلہ بنالیا گیا ہے کہ ذرا سا اِدھر رخ ہوجائے، تو بھی لعن طعن ہونے لگتی ہے، اور دوسری طرف رخ ہوجائے، تو بھی لعن طعن ہونے لگتی ہے، حالانکہ یہ مسئلہ اتنا اہم اور ضروری نہیں تھا کہ جس کی وجہ سے آپس میں لڑا بھڑا جاتا، یزید، جیسے لوگ آج سے سینکڑوں سال پہلے اپنے مقام پر پہنچ چکے ہیں، جن کے برزخ میں اصل ٹھکانے کی مکمل حقیقت، اللہ ہی کے علم میں ہے، اس لئے دین کے ضروری احکام کو چھوڑ کر، اس قسم کے مسائل کے درپے ہونا، اور پھر ان کی وجہ سے آپس میں لڑنا، جھگڑنا، عقل مندی کی نشانی نہیں۔

لیکن چونکہ آج کل بہت سے لوگ اس طرح کے مسائل کو عوام میں چلاتے ہیں، جس کی وجہ سے بعض لوگ اس قسم کے مسائل کے متعلق سوالات کرتے رہتے ہیں۔ اگر ہم اس بارے میں خود سے کوئی لب کشائی کریں گے، تو شاید بعض کرم فرماؤں کو ناگوار محسوس ہو، اور بحث ومباحثہ کا بازار گرم ہو، اس لئے ہم اس سلسلہ میں علامہ ابنِ تیمیہ کی عربی عبارات کو نقل کرکے ان کا ترجمہ پیش کردیتے ہیں۔ علامہ ابنِ تیمیہ ''یزید'' پر لعنت کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

القول فی لعنة یزید کالقول فی لعنة أمثاله من الملوک الخلفاء وغیرهم، ویزید خیر من غیره :خیر من المختار بن أبی عبید الثقفی أمیر العراق، الذی أظهر الانتقام من قتلة الحسین ;فإن هذا ادعی أن جبریل یأتیه .وخیر من الحجاج بن یوسف ;فإنه أظلم من یزید باتفاق الناس (منهاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة، ج۴، ص۵۷۶)

ترجمہ: یزید پر لعنت کے بارے میں قول، ایسا ہی ہے، جیسا کہ یزید جیسے حکمرانوں وغیرہ میں سے کسی حکمران پر لعنت کی جائے، اور یزید، دوسرے (کئی) حکمرانوں سے بہتر ہے، عراق کے امیر مختار بن ابی عبید ثقفی سے بھی بہتر ہے، جس نے حضرت حسین کے قاتلین سے بدلہ لینے کا اظہار کیا، کیونکہ یہ (مختار) اپنے پاس جبریل کی آمد کا دعویٰ کرتا تھا، اور یزید، حجاج بن یوسف سے بھی بہتر ہے، کیونکہ حجاج، یزید سے بڑا ظالم تھا، جس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے (منہاج)

اور اسی کتاب میں علامہ ابنِ تیمیہ کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں:

وأما ملوك المسلمين، من بني أمية وبني العباس (ونوابهم) ، فلا ريب أن أحدا منهم لم يقصد إهانة الكعبة :لا نائب يزيد، ولا نائب عبد الملك الحجاج بن يوسف، ولا غيرهما .بل كل المسلمين كانوا معظمين للكعبة ، وإنما كان مقصودهم حصار ابن الزبير .والضرب بالمنجنيق كان له لا للكعبة، ويزيد لم يهدم الكعبة، ولم يقصد إحراقها :لا هو ولا نوابه باتفاق المسلمين .ولكن ابن الزبير هدمها (تعظيما لها) ، لقصد إعادتها وبنائها على الوجه الذى وصفه رسول الله -صلى الله عليه وسلم -لعائشة -رضى الله عنها -وكانت النار قد أصابت بعض ستائرها فتفجر بعض الحجارة (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج ۴، ص ۵۷۷)

ترجمہ: اور جہاں تک بنوامیہ، اور بنوعباس کے مسلمان حکمرانوں، اور ان کے جانشینوں کا تعلق ہے، تو اس میں شک نہیں کہ ان میں سے کسی نے بھی کعبہ کی اہانت کا قصد نہیں کیا، نہ تو یزید کے نائب نے اور نہ ہی عبدالملک کے نائب، حجاج بن یوسف نے قصد کیا، اور نہ ہی ان کے علاوہ نے کیا، بلکہ تمام مسلمان، کعبہ کی تعظیم کیا کرتے تھے، اور ان کا مقصود عبدُاللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنا تھا، اور منجنیق کو عبداللہ بن زبیر کے لئے نصب کیا گیا تھا، کعبہ کے لئے نصب نہیں کیا گیا تھا، اور یزید نے کعبہ کو منہدم نہیں کیا تھا، اور نہ ہی اس نے کعبہ کو جلانے کا قصد کیا تھا، نہ تو یزید نے اور نہ ہی یزید کے جانشینوں نے، اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ البتہ عبداللہ بن زبیر نے کعبہ کو اس کی تعظیم کے لئے منہدم کیا تھا، تاکہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کریں، اور اس کی بنیادیں، اس طریقہ پر رکھیں، جس طریقہ کی صفت، نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان فرمائی تھی،اورآگ،کعبہ کے پردے کے کچھ حصہ کو پہنچ گئی تھی،جس سے کعبہ کے بعض پتھر متاثر ہو گئے تھے(منہاج)

''لاعبہ'' نام کی حور کا حدیث میں ذکر

(05-ذوالحجہ-1446ھ)

آج کل بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ''لاعبہ'' جنت کی ایک حور کا نام ہے،اس لئے بعض لوگ اپنی بچیوں کا یہ نام بڑے شوق وذوق سے رکھتے ہیں،جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جنت کی حور کا یہ نام کسی معتبر حدیث سے ثابت نہیں۔

ہم سے بھی بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں،جس کی وجہ سے ہم نے تحقیق کی،تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ کسی معتبر مرفوع حدیث سے جنت کی حور کا یہ نام ثابت نہیں،البتہ ایک موقوف روایت میں اس سے ملتا جلتا'' **لعبہ** '' نام،جنت کی حور کے لئے ہونا مروی ہے۔

چنانچہ ابنِ ابی الدنیا نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوف طریقہ پر روایت کیا ہے کہ جنت میں کچھ حوریں ہیں،ان کو''**اللعبة**'' کہا جاتا ہے،ان سے جنت کی سب حوریں تعجب کرتی ہیں،جو اپنے ہاتھوں کو ان حوروں کے کاندھوں پر رکھ کر کہتی ہیں کہ اے''**لعبة**''تمہیں مبارک ہو،اگر طلب گار،تمہیں جان لیں،تو وہ تمہیں حاصل کرنے کی جدوجہد کریں گے،اس حور کی آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوا ہے کہ جو یہ چاہتا ہے کہ اس کے لئے میری جیسی ہو،تو وہ میرے رب عزوجل کی رضا والے اعمال کرے''[1]

اس روایت کے بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کی سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتی،صرف ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔

---

[1] حدثنا الحسن بن كثير العنبرى حدثنا الْعَلَاءُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ مُوسَى بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ حَسَّانِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ حَوْرَاءَ يُقَالُ لَهَا اللُّعْبَةُ كُلُّ حُورِ الْجِنَانِ يُعْجَبْنَ بِهَا يَضْرِبْنَ بِأَيْدِيهِنَّ عَلَى كَتِفِهَا وَيَقُلْنَ طُوبَى لَكِ يَا لُعْبَةُ .لَوْ يَعْلَمُ الطالبون لک لجدوا بين عيناها مَكْتُوبٌ مَنْ كَانَ يَبْتَغِي أَنْ تكون لَهُ مِثْلِي فَلْيَعْمَلْ بِرِضَاءِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ(صفة الجنة وما أعد الله لأهلها من النعيم،لابنِ ابى الدنيا،رقم الحديث ٣٠٩)

www.idaraghufran.org

دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کے ایک راوی ''حسان بن عطیہ'' کا شمار چھوٹے درجہ کے تابعین میں ہوتا ہے، جو تابعین سے احادیث کو روایت کرتے ہیں اور انہوں نے اس زیرِ بحث روایت کو حضرت ابنِ مسعود سے روایت کیا ہے، جبکہ ''حسان بن عطیہ'' کا ابنِ مسعود سے سماع ثابت نہیں، پس ابنِ مسعود تک اس کی سند منقطع ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں ''موسیٰ بن حصین'' اور ''علاء بن عبیداللہ'' ناموں کے دوعدد راوی مجہول ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اس روایت میں ''حسن بن یحییٰ بن کثیر'' کو امام نسائی نے ایک روایت میں ''لاشئی'' اور ''ضعیف الدماغ، خفیف الدماغ'' کہا ہے۔ [1]

ان وجوہات کی بناء پر اس روایت کی سند کا حضرت ابنِ مسعود تک پہنچنے پر بھی اطمینان حاصل نہیں ہوسکا۔ اس کے علاوہ اس طرح کی روایت کو ابواللیث سمرقندی (المتوفیٰ: 373ہجری) نے ''تنبیہ الغافلین'' میں بغیر سند کے حضرت ابنِ عباس سے نقل کیا ہے۔

کتاب میں اس کی سند مذکور نہیں۔ [2]

اور کسی حدیث کی کتاب میں اس کی سند دستیاب نہیں ہوسکی، اس لئے اس کی تصدیق نہیں کی جاسکتی۔

خلاصہ یہ کہ معتبر سند والی کسی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی حور کا ''لعبة'' یا ''لاعبة'' نام ہونا، ثابت نہیں ہوسکا۔

حجاج بن یوسف کے متعلق ایک روایت

(15-ذوالحجہ-1446ھ)

ابوسعید اصمعی سے حجاج بن یوسف کے متعلق مروی ہے کہ حجاج نے وفات کے وقت اللہ سے معافی

---

[1] س الحسن بن يحيى بن كثير العنبرى المصيصى روى عن أبيه وعبد الرزاق وعلى بن بكار ومحمد بن كثير المصيصيين وعنه النسائى فيما قال صاحب النبل وابن أبى داود وابن أبى الدنيا وقال كان من البكائين وقال النسائى لا بأس به،وقال فى موضع آخر لا شىء ضعيف الدماغ(تهذيب التهذيب، ج٢، ص ٣٢٥، باب الحاء)
وقال النسائى :لا شىء ، خفيف الدماغ(تهذيب الكمال، ج٦،ص ٣٣٦،باب الحاء)

[2] وعن ابن عباس رضى الله عنهما ,أنه قال :إن فى الجنة حوراء يقال لها لعبة خلقت من أربعة أشياء من المسك والعنبر والكافور والزعفران، وعجن طينها بماء الحيوان، فقال لها العزيز كونى فكانت، وجميع الحور عشاق لها، ولو بزقت فى البحر بزقة تعذب ماء البحر، مكتوب على نحرها من أحب أن يكون له مثلى فليعمل بطاعة ربى(تنبيه الغافلين بأحاديث سيد الأنبياء والمرسلين،ص٧٧،باب :صفة الجنة وأهلها)

www.idaraghufran.org

سے متعلق بعض اشعار پڑھے تھے۔

اور اس واقعہ کو سن کر حضرت حسن بصری نے حجاج کی نجات کی امید ظاہر کی تھی۔ [1]

لیکن ابوسعید اصمعی کی ولادت ایک سو بیس ہجری کے بعد کی ہے۔ [2]

جبکہ حجاج بن یوسف کی وفات پچانوے ہجری میں، اور حسن بصری کی وفات ایک سو دس ہجری میں، اصمعی کی ولادت سے کئی سال پہلے ہو چکی تھی، اس لئے مذکورہ روایت کی سند متصل معلوم نہیں ہو سکی۔

وہ الگ بات ہے کہ جب تک کسی شخص کا خاتمہ، کفر وشرک پر نہ ہو، اس وقت تک معافی کا معاملہ، اللہ کی مشیت پر موقوف ہوتا ہے، وہ چاہے، تو معاف کرے، اور چاہے، تو سزاء دے، کوئی سی صورت بھی اللہ کی طرف سے ظلم وناانصافی پر مبنی نہیں ہوتی۔

اور جہاں کسی مومن بندہ کی طرف سے بندوں پر کئے گئے ظلم وستم، اور ناانصافیوں کا تعلق ہے، تو اللہ کی طرف سے ان کے انصاف کا بھی نہایت صاف ستھرا نظام موجود ہے، ظالم کی نیکیاں، مظلوم کو دلوانا، یا مظلوم کے گناہ ظالم کے سر لدوانا، یا پھر مظلوم کو نعم البدل عطاء فرما کر ظالم کی معافی کا انتظام کرنا، اس طرح کی سب صورتوں کا قیامت کے دن مشاہدہ کرنے کو ملے گا۔

اللہ تعالیٰ سے اس دن میں کامیابی کے حصول کی دعاء کرنی چاہیے۔

---

[1] أَخْبَرَنَا علی وسعد اللّٰہ قالا :أنا مُحَمَّد، أنا إسماعيل، أنا الحسين، حدثنى أبو العباس الهروى، أنا الرياشى، عن الأصمعى قَالَ :لما حضرت الحجاج الوفاة أنشأ يقول:

يا رب قد حلف الأعداء واجتهدوا ...بأننى رجل من ساكنى النار

أيحلفون على عمياء ويحهم ...ما ظنهم بكثير العفو غفار

فأخبر بذلک الحسن فقال :تاللہ إن نجا فهما(العمدة من الفوائد والأثار الصحاح والغرائب فى مشيخة شهدة،ص ۱۵۸،رقم الرواية ۱۱۰)

[2] الأَصْمَعِيُّ أَبُو سَعِيْدٍ عَبْدُ المَلِكِ بنُ قُرَيْبٍ (د، ت)الإِمَامُ، العَلاَّمَةُ، الحَافِظُ، حُجَّةُ الأَدَبِ، لِسَانُ العَرَبِ، أَبُو سَعِيْدٍ عَبْدُ المَلِکِ بنُ قُرَيْبِ بنِ عَبْدِ المَلِکِ بنِ عَلِيِّ بنِ أَصْمَعَ بنِ مُظَهِّرِ بنِ عَبْدِ شَمْسِ بنِ أَعْيَا بنِ سَعْدِ بنِ عَبْدِ بنِ غَنْمِ بنِ قُتَيْبَةَ بنِ مَعْنِ بنِ مَالِکِ بنِ أَعْصُرَ بنِ سَعْدِ بنِ قَيْسِ عَيْلاَنَ بنِ مُضَرَ بنِ نِزَارِ بنِ مَعَدِّ بنِ عَدْنَانَ الأَصْمَعِيُّ، البَصْرِيُّ، اللُّغَوِيُّ، الأَخْبَارِيُّ، أَحَدُ الأَعلاَمِ.يُقَالُ :اسْمُ أَبِيْهِ :عَاصِمٌ، وَلَقَبُهُ :قُرَيْبٌ.وُلِدَ :سَنَةَ بِضْعٍ وَعِشْرِيْنَ وَمائَةٍ(سير أعلام النبلاء ،ج ۱۹،ص ۱۵۶)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار　(امت کے علماء وفقہاء: قسط55)　مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (تینتیسواں حصہ)

(16)......ابن خلدون:

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ عالم اسلام کے عظیم مؤرخ، فقیہ، فلسفی، مفکر، قاضی، اور علمِ عمرانیات (Sociology) کے بانی کے طور پر مانے جاتے ہیں، ان کا مکمل نام ''أبو زيد عبد الرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون ولی الدين التونسی الحضرمی الاشبيلی المالكی'' ہے۔

آپ رمضان المبارک 732ہجری (بمطابق 1332ء) کو تیونس (Tunisia) میں پیدا ہوئے، اور تیونس کے جلیل القدر علماء سے ہی علم حاصل کیا، چنانچہ آپ نے تیونس کے مشہور عالم ''شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن'' (متوفی: 746ھ) سے مختلف دینی علوم کی سماعت حاصل کی، عربی لغت وزبان کا علم اپنے والد سے سیکھا، اور فقہ تیونس کے ایک بڑے مالکی فقیہ وعالم اور قاضی القضاۃ ''محمد بن عبدالسلام اللخمی التونسی'' (749ھ) وغیرہ سے حاصل کیا، اور اس طرح آپ نے چھوٹی سی عمر میں ہی قرآن، حدیث، فلسفہ، ادب اور تاریخ میں کمال پیدا کرلیا، اور اس کے علاوہ مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کی، اور کتابت میں بھی درجہ کمال کو پہنچ گئے۔

چنانچہ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی کمال علمی شہرت کی وجہ سے آپ تیونس کے سلطان ''ابوعنان'' کے وزیر مقرر ہوئے، لیکن یہاں درباری سازشوں اور سلطان کی ناراضگی کی وجہ آپ کو کچھ عرصہ قید میں بھی رہنا پڑا، جس سے تنگ آ کر آپ غرناطہ اور پھر قاہرہ (مصر) کی طرف ہجرت کر گئے، اور دنیا کی مشہور اسلامک یونیورسٹی جامعۃ الازھر کی درس وتدریس پر مامور ہوئے، اور یہاں بھی ان کی علمی شہرت نے ان کو سلطانِ مصر کے دربار تک پہنچا دیا، چنانچہ وقت کے سلطان سیف الدین برقوق (م786ھ) نے آپ کا شاندار استقبال کیا، اور فقہ مالکیہ کا قاضی مقرر کردیا، آپ کے عدل

وانصاف اور قانونی مہارت کی وجہ سے سلطان اور علماء سب ابن خلدون کے گرویدہ ہوگئے، یہاں تک کہ قاضی القضاہ (Chief Justice) کے عہدے تک پہنچ گئے، اور آخر عمر تک اسی عہدے پر برقرار رہے۔

علمی خدمات

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ اگرچہ تاریخ، فلسفہ اور عمرانیات کے بانی کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ فقہ میں بھی ان کی گہری بصیرت اور علمی خدمات موجود ہیں۔

فقہ میں آپ مالکی مذہب کے پیروکار تھے، اور فقہی لحاظ سے آپ کی یہ علمی وابستگی ہمیشہ مالکی مکتبۂفکر کے ساتھ ہی رہی، چنانچہ آپ نے ابتدائی تعلیم مالکی فقہاء وعلماء سے حاصل کی، اور بعد میں جب آپ کو مصر میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز کیا گیا، تو یہ عہدہ بھی آپ نے بطور مالکی قاضی ہی سرانجام دیا۔ اور آپ کی یہ علمی شخصیت صرف فقہ تک محدود نہیں تھی، بلکہ ان سب علوم میں مہارت کے ساتھ ساتھ آپ اجتہادی بصیرت بھی رکھتے تھے، اور کتاب وسنت اور اصول شریعت پر ان کی گہری نظر تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنی مشہور کتاب ''مقدمہ ابن خلدون'' میں صرف تاریخ یا فلسفہ پر ہی روشنی نہیں ڈالی، بلکہ فقہ پر بھی روشنی ڈالی، اور اس سلسلہ میں فقہ کا ارتقاء، صحابہ وتابعین کے اجتہاد اور ان کے فتاویٰ، اور مذاہبِ اربعہ کے وجود کا تفصیلی ذکر کیا ہے، اور صرف مالکی فقہ پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے، حنفی، شافعی، حنبلی، حتی کہ غیر مسلم اقوام کے قوانین کا بھی تجزیہ کیا، جس سے ان کی وسیع النظری اجتہادی بصیرت وصلاحیت ظاہر ہوتی ہے۔

تصنیف وتالیف

علامہ ابن خلدون نے مختلف علوم وفنون پر چھوٹی بڑی کتب تصانیف کیں، آپ نے منطق اور ابن رشد کے فلسفہ کا اختصار کیا، فقہ، ریاضی اور ادب میں بھی کتابیں تصانیف کیں، لیکن وہ کتاب جو ابن خلدون کی شہرت کی وجہ بنی، یا جس نے ابن خلدون کو آج تک لوگوں کے دلوں میں زندہ رکھا، ان کی تاریخ ''العبر'' ہے، ابن خلدون کی اس تاریخ کا پورا نام ''کتاب العبر و دیوان المبتداء والخبر ومن عاصرهم من ذوی السلطان الأکبر'' ہے، جسے عام طور پر ''کتاب العبر''

بھی کہا جاتا ہے۔ابن خلدون کی یہ کتاب تین حصوں پر منقسم ہیں:

پہلا حصہ:

''مقدمہ'' یہ اصل میں پوری کتاب کا دیباچہ تھا، مگر اپنی عظمت اور جامعیت کی وجہ سے ایک الگ علمی شاہکار بن کر ایک جداگانہ حیثیت اختیار کر گیا، جسے ''المقدمۃ'' یا ''مقدمہ ابن خلدون'' بھی کہا جاتا ہے۔ابن خلدون نے اپنے اس مقدمہ میں جن اہم موضوعات پر گہری روشنی ڈالی اور بحث کی، اس میں ''تاریخ، فلسفہ، سیاست، معیشت، تہذیب، تعلیم، عمرانیات، انسانی معاشرت کے اصول وقوانین'' جیسے موضوعات شامل ہیں۔

اسی وجہ سے اس حصے کو دنیا بھر میں علمِ عمرانیات (سوشیالوجی) کی بنیاد مانا جاتا ہے۔

دوسرا حصہ:

عرب و دیگر اقوام کی تاریخ، اس حصے میں ابن خلدون نے ابتدائے آفرینش سے لے کر آٹھویں صدی ہجری کے آخر تک دنیا کی تاریخ بیان کی ہے، جس میں انہوں نے اسلام سے قبل کے عرب، انبیائے کرام کی امتوں، اور اسلامی تاریخ، خلافتِ راشدہ، امویہ، عباسیہ کو بیان کیا، اور ساتھ ہی ''عجم، فارس، رومی، یونانی، ہسپانوی'' اور دیگر اقوام کی تاریخ بھی لکھی۔

تیسرا حصہ:

بربر اور مغربی اقوام کی تاریخ، ابن خلدون چونکہ خود بربر اور شمالی افریقہ کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے، اس لیے اس حصے میں انہوں نے بربر قبائل، اندلس، مغرب اور افریقہ کی تاریخ بڑی تفصیل سے لکھی، اور یہ حصہ ابن خلدون کی سوانح پر ختم ہوتا ہے، جو ایک مستقل کتاب کی صورت میں بھی موجود ہے، جس کا نام ''رحلة ابن خلدون فی المغرب والمشرق'' ہے۔

ابن خلدون نے بربر قبائل میں زندگی بسر کی تھی، اس لیے کوئی اور عربی مؤرخ ان کے حالات سے زیادہ واقف نہیں، اور بربر یعنی شمالی افریقہ کے باشندوں کے متعلق جو معلومات ابن خلدون نے جمع کی ہیں، وہ موجودہ زمانہ تک سب سے زیادہ صحیح اور مستند مانی جاتی ہیں۔

اور اس لحاظ سے یہ حصہ ان علاقوں کی تاریخ سے متعلق دیگر تاریخی کتب سے ایک ممتاز حیثیت اختیار

کرلیتا ہے۔ [۱]

اسی وجہ سے آج بھی علامہ ابن خلدون کی اس تاریخ کو مغربی اسلامی دنیا کی سب سے مستند تاریخ مانا جاتا ہے۔ [۲]

وفات:......ابن خلدون نے زندگی کے آخری ایام قاہرہ (مصر) میں اپنی سوانح عمری اور اپنی تاریخ کی تکمیل کرتے ہوئے، استاد اور جج کی حیثیت سے گزارے، اندلس اور تیونس کے لوگوں ان پر بے حد فخر تھا، اور وہ چاہتے تھے کہ آپ اپنے وطن میں آکر رہیں، لیکن مصر کی خاک کچھ ایسی دامن گیر ہوئی کہ بالآخر 808 ہجری میں وہیں انتقال فرما گئے، اور وہیں دفن ہوئے۔ [۳]

---

[۱] لیکن دوسری قوموں کے متعلق ابن خلدون کی تاریخ، دوسری تاریخی کتابوں کا عکس ہی ہے، اس بنا پر جو نقص ان تاریخی کتب میں ہیں، وہ ''تاریخ ابن خلدون'' میں بھی ہیں، لیکن ابن خلدون نے اس بات کا خود اعتراف کیا ہے کہ وہ مشرق کی تاریخ کے ماہر نہ تھے، اور انہوں نے ابتداء میں صرف عرب اور بربر کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا تھا، اور یہی دو قومیں تھیں، جنہوں نے افریقہ میں حکومت کے لیے طویل لڑائیاں لڑی تھیں، لیکن جب عربوں کا ان سے تعلق قائم ہوگیا، اس کے بعد انہوں نے اس کتاب کی تکمیل کی، اور یہ عجیب وغریب نام رکھا (ابن خلدون، از مولانا عبدالسلام ندوی، ملخصاً، صفحہ 28)

[۲] مقدمہ ابن خلدون کی خصوصیات: علامہ ابن خلدون کا تالیف کردہ یہ مقدمہ صرف تاریخی واقعات کو ہی بیان نہیں کرتا، بلکہ ایک علم کے طور پر بھی پیش کرتا ہے، جس میں تمدن کے اصول کہ کیسے ایک معاشرہ، سلطنت اور تہذیب ولادت، عروج، زوال اور فنا کے چکر سے گزرتی ہے، انسانی سماج کے ارتقاء، قبائلی عصبیت، اور تہذیبی ارتقاء پر بھی سائنسی انداز میں روشنی ملتی ہے، اور معاشیات کی بنیادیں جیسے محنت، پیداوار، معیشت کے اصول، جو جدید اکنامکس سے مشابہ ہیں، کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا، اور آخر میں تعلیم وتربیت، بچوں کی تعلیم، معاشرتی عادات اور اخلاقی تربیت کے اصول بیان کیے۔ ابن خلدون کے اس ''مقدمہ'' کا یورپ کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، اور اہلِ علم اس کو دنیا کی چند بڑی کتابوں میں شمار کرتے ہیں، اور یہ مقدمہ اردو ترجمہ کے ساتھ بھی شائع ہو چکا ہے۔ چنانچہ ابن العماد حنبلی (متوفی 1089ھ) ''شذرات الذہب'' میں لکھتے ہیں: ''ابن خلدون کی شہرت ان کی کتاب ''لعبر ودیوان المبتدأ والخبر'' سے قائم ہوئی......جس میں ''المقدمہ'' بھی شامل ہے، اور ''المقدمہ'' کو زرکلی (کی الاعلام) کے مطابق علمِ عمرانیات (یعنی سوشیالوجی) کی بنیاد سمجھا جاتا ہے، اس کا اور کتاب کے بعض حصوں کا ترجمہ فرانسیسی اور دیگر زبانوں میں بھی ہوا ہے، یہ کتاب مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقے میں ابن خلدون کے زمانے سے لے کر آج تک غیر معمولی شہرت رکھتی ہے، حتیٰ کہ ہماری امت کے محققین واہلِ فکر کی لائبریریاں ہوں، یا مستشرقین کی تحقیق گاہیں، شاذ ونادر ہی ایسی جگہ ملے جہاں یہ کتاب موجود نہ ہو''۔ (**شذرات الذہب، ج۱، ص۱۷، الاعلام للزرکلی، ج۳، ص۳۳۰**) اور یہ بھی سچ ہے کہ آج بھی ابن خلدون کے خیالات جدید سوشیالوجی، پولیٹیکل سائنس، اور اکنامکس کے میدان میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

[۳] کہا جاتا ہے کہ ابن خلدون کے اہل وعیال تیونس سے سمندری جہاز میں مصر آرہے تھے، اور ابن خلدون سالہا سال کے بعد ان سے ملاقات کے لیے بے حد خوش تھے کہ سمندری طوفان آنے کی وجہ سے جہاز غرق ہوگیا، اور ابن خلدون کے اہلِ خانہ اس حادثہ میں جاں بحق ہوگئے، اس واقعہ کا ذکر ابن خلدون نے اپنی کتاب ''رحملۃ ابن خلدون'' میں بھی کیا ہے (ص 266)
جس کا آپ کو بہت گہرا صدمہ پہنچا، لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری، اور دن رات اپنے کاموں میں محنت سے مشغول ہوگئے، چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ابن خلدون مزید علمی وعملی طور پر سماج، تاریخ اور انسانی تقدیر کے مسائل میں زیادہ گہرائی سے غور کرنے لگے۔

تذکرۂ اولیاء   حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط105)   مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط11)

نظامِ برید:

اسلامی ریاست کے قیام کے بعد تیزی سے فتوحات ہوئیں اور اسلامی سلطنت وسیع ہوتی چلی گئی۔ ایسے میں ایک منظّم انتظامی ڈھانچے کی ضرورت تھی تاکہ مرکزی حکومت کو دور دراز صوبوں کی خبریں بروقت مل سکیں، فیصلے فوری طور پر پہنچائے جاسکیں اور فوجی و مالیاتی امور میں ربط قائم رہے۔اس مقصد کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے متعدد ریاستی ادارے قائم کیے، جن میں ''نظامِ برید'' (Postal System) خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ نظام اسلامی تاریخ کا پہلا باقاعدہ ڈاک وانٹیلی جنس کا ادارہ تھا، جس نے بعد کے تمام مسلم حکمرانوں کو ایک بنیاد فراہم کی۔

عرب میں اسلام سے قبل کوئی باقاعدہ ڈاک کا نظام موجود نہ تھا۔البتہ روم اور فارس کی سلطنتوں میں بادشاہی پیغامات پہنچانے کے لیے قاصد اور گھوڑ سوار موجود تھے۔ اسلامی ریاست جبتک زیادہ پھیلی نہیں تو تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں براہِ راست پیغام رسانی کی جاتی تھی۔لیکن حضرت عمرؓ کے دور میں فتوحات کے نتیجے میں جب سلطنت کی حدود ایک طرف شام ومصر سے لے کر دوسری طرف ایران وخراسان تک پھیل گئیں تو ایک مربوط اور تیز تر ذرائع مواصلات ناگزیر ہو گئے۔

سب سے پہلے آپؓ نے ڈاک کے لئے ایک باقاعدہ محکمہ قائم کیا۔اس محکمے کے ذمے دو اہم ذمہ داریاں تھیں۔ایک یہ کہ مرکز سے صوبوں تک سرکاری خطوط اور احکامات کو بروقت پہنچایا جائے، اور دوسری یہ کہ صوبوں اور گورنروں سے متعلق خبریں اور اطلاعات مرکز تک جلد از جلد پہنچیں۔(طبری، تاریخ الامم والملوک، دار التراث، بیروت، ج۴ص ۲۱۲)

یوں یہ محکمہ ایک طرف سرکاری احکامات کی ترسیل کرتا اور دوسری طرف مرکز کو ہر صوبے کی تازہ ترین

صورتحال سے باخبر رکھتا تھا۔اسی مقصد کے لیے حضرت عمرؓ نے بڑے شہروں اور صوبائی دارالحکومتوں کے درمیان مخصوص فاصلوں پر ڈاک کی چوکیاں قائم کیں۔ان چوکیوں پر ہر وقت تازہ دم اور تیز رفتار گھوڑے موجود رہتے تھے تاکہ قاصد فوراً پرانا گھوڑا چھوڑ کر نیا گھوڑا لے اور پیغام کو مزید تیزی کے ساتھ آگے منتقل کرے۔اس نظام کی بدولت پیغام رسانی نہ صرف مؤثر بلکہ غیر معمولی حد تک تیز ہوگئی، اور مرکز کو دنوں کے بجائے گھنٹوں یا قلیل وقت میں دور دراز صوبوں کی خبریں ملنے لگیں۔ڈاک کے اس نظام کو عملی شکل دینے کے لیے حضرت عمرؓ نے خصوصی قاصدوں اور اہلکاروں کی ایک ٹیم مقرر کی۔ان قاصدوں کا کام صرف پیغام پہنچانا نہیں تھا بلکہ وہ صوبوں کی عمومی حالت، گورنروں کی کارکردگی، فوجی تیاریوں اور کسی بھی ممکنہ خطرے کی معلومات بھی جمع کر کے مرکز تک پہنچاتے تھے۔یوں یہ نظام محض ڈاک تک محدود نہ رہا بلکہ ایک مربوط انٹیلی جنس اور نگرانی کا آلہ بن گیا۔یہاں تک کہ ڈاک کے اس نظام میں ایک خفیہ پہلو بھی شامل تھا۔قاصد نہ صرف خط و فرمان پہنچاتے بلکہ وہ براہِ راست خلیفۂ وقت کو صوبوں کے حالات، عوامی مسائل اور گورنروں کی پالیسیوں کے بارے میں باخبر کرتے۔حضرت عمرؓ ان رپورٹس کی بنیاد پر فوری فیصلے کرتے اور اگر کسی گورنر کی بدانتظامی یا زیادتی کی خبر ملتی تو بروقت کارروائی کی جاتی۔اس طرح ڈاک کا یہ نظام اسلامی ریاست کے اندر عدل و انصاف کے قیام اور حکمرانوں کے احتساب کا ایک طاقتور ذریعہ بن گیا۔(شبلی نعمانی، الفاروق، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ۔ص۲۴۶)

حضرت عمرؓ کے قائم کردہ ڈاک کے نظام کی چند نمایاں خصوصیات یہ تھیں کہ یہ نظام تیز رفتار اور بروقت اطلاع رسانی پر مبنی تھا۔قاصد گھوڑے بدل بدل کر دن رات سفر کرتے اور مختصر وقت میں پیغام پہنچا دیتے۔اس پورے نظام کا براہِ راست کنٹرول خلیفہ کے پاس تھا، اس لیے اس میں کسی قسم کی بدعنوانی یا رکاوٹ کی گنجائش کم سے کم رہتی۔اس نظام کی ایک اور اہم خوبی یہ تھی کہ اس کے ذریعے پیغام رسانی کے ساتھ ساتھ صوبائی حالات کی رپورٹنگ بھی کی جاتی تھی، جس سے حکومت کا دائرۂ اختیار ہر وقت زندہ اور متحرک رہتا۔شفافیت اور احتساب کا یہ پہلو گورنروں کے لیے ایک مستقل یاد دہانی تھا کہ وہ عوام کے ساتھ انصاف کریں اور ریاستی وسائل میں خیانت سے باز رہیں۔اس نظام کے اثرات بہت دوررس ثابت ہوئے۔

پیارے بچو!　　　مولانا محمد ریحان

موسمیاتی تبدیلی اور بادل کا غصہ

پیارے بچو! خیبر پختونخوا کے پہاڑوں کے دامن میں ایک خوبصورت گاؤں تھا۔ گاؤں کے اردگرد سبز درخت، کھیتوں میں لہلہاتی فصلیں اور صاف شفاف چشمے بہتے تھے۔ بچے صبح سویرے اسکول جاتے اور شام کو کھیل کود کرتے ۔ جانور کھیتوں میں چرنے جاتے اور ہر طرف خوشحالی کا منظر ہوتا۔ لیکن ایک دن اسکول کے استاد نے بچوں کو بتایا کہ دنیا بدل رہی ہے۔ گرمی بڑھ رہی ہے، برف تیزی سے پگھل رہی ہے اور بارشوں کا نظام بھی بدل گیا ہے۔ اگر ہم نے ماحول کا خیال نہ رکھا تو بڑے نقصان ہو سکتے ہیں۔ بچوں نے حیرت سے پوچھا: ''استاد جی! کیا یہ سب واقعی سچ ہے؟'' استاد نے کہا: ''ہاں بیٹا، یہ موسمیاتی تبدیلی ہے۔ اگر ہم درخت کاٹیں گے، دھواں پھیلائیں گے اور پانی ضائع کریں گے تو قدرت ناراض ہو جائے گی۔''

کچھ دن بعد گاؤں کے اوپر کالے بادل چھا گئے۔ گاؤں کے بزرگ کہنے لگے ''یہ بارش عجیب لگ رہی ہے، بادل بہت قریب اور بھاری ہیں''۔

اچانک شام کے وقت آسمان سے زوردار گرج اور بجلی کے ساتھ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ بارش اتنی تیز تھی کہ لگتا تھا جیسے آسمان سے پانی کے بڑے بڑے ڈول گر رہے ہوں۔ پہاڑوں کے اوپر جمع پانی اچانک ندی نالوں میں آیا اور سب کچھ بہا لے گیا۔ کھیتوں کی فصلیں برباد ہو گئیں، کئی کچے مکانات زمین بوس ہو گئے اور کچھ گاؤں کے گاؤں پانی میں ڈوب گئے۔ بچے اور بڑے سب خوفزدہ ہو گئے۔ یہ ایک کلاوڈ برسٹ تھا، یعنی اچانک اور شدید بارش جس نے لمحوں میں تباہی مچا دی۔

ننھی عائشہ نے روتے ہوئے کہا: ''امی! ہمارا گھر کیوں ڈوب گیا؟ ہم کہاں جائیں گے؟''

امی نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا: ''بیٹی، یہ سب ہماری زمین کے ساتھ کی گئی نافرمانیوں کا نتیجہ ہے۔ ہم نے درخت کاٹ دیے، ندی نالوں کو بند کر دیا، اور زمین کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔''

www.idaraghufran.org

بارش کے بعد پورا گاؤں افسردہ تھا۔لیکن گاؤں کے اسکول کے بچوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ہمت نہیں ہاریں گے۔حمزہ، احسن، اوران کے دوستوں نے استاد کے ساتھ مل کرایک چھوٹی سی مہم شروع کی۔انہوں نے گاؤں کے لوگوں کو کہا:''ہم دوبارہ اپنے گاؤں کو آباد کریں گے۔لیکن اب ہم قدرت کے اصولوں کے مطابق زندگی گزاریں گے۔بچوں نے سب سے پہلے اپنے ہاتھوں سے پودے لگانا شروع کیے۔انہوں نے گاؤں کے لوگوں کو سمجھایا کہ درخت بارشوں کو کنٹرول کرتے ہیں اورزمین کومضبوط بناتے ہیں۔جب درخت ہوں تو پانی آہستہ آہستہ زمین میں جذب ہوتا ہے اورندی نالےنہیں ابلتے۔پھر بچوں نے گھروں میں جاکرسب کو بتایا کہ دھواں اورفضول آگ جلانا ماحول کونقصان دیتا ہے۔انہوں نے کہا:''ہم سب کو کم دھواں پیدا کرنے والے چولہے استعمال کرنے چاہئیں، کچرا جلانے کے بجائے مناسب جگہ پھینکنا چاہیے، اور پانی بچا کر استعمال کرنا چاہیے۔'' گاؤں کے بڑے بھی بچوں کی ہمت دیکھ کر حیران ہوئے اوران کے ساتھ شامل ہوگئے۔ کچھ دنوں میں گاؤں کے پہاڑوں پر سینکڑوں پودے لگ گئے، ندی نالوں کو صاف کر دیا گیا، اور سب نے وعدہ کیا کہ اب وہ زمین کے ساتھ محبت کریں گے۔بچوں نے اس مہم کو پورے ملک میں پھیلا دیا۔

کچھ سالوں بعد کے بعد جب پھر بارش ہوئی تو گاؤں کے لوگ گھبرائے، لیکن اس بار بارش نے نقصان نہیں پہنچایا۔درختوں نے پانی کوسنبھال لیا، نالے کھلے رہنے کی وجہ سے پانی بہہ گیا اورکوئی بڑی تباہی نہ ہوئی۔استاد نے سب کوجمع کر کے کہا:''یہی ہے موسمیاتی تبدیلی کا مقابلہ کرنے کا طریقہ۔اگرہم قدرت کے اصولوں پر چلیں تو زمین بھی خوش ہوگی اورہمیں محفوظ رکھے گی۔

یہ کہانی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ موسمیاتی تبدیلی ایک حقیقت ہے اوراس کے اثرات ہمارے گاؤں، کھیتوں اورگھروں پر براہِ راست پڑ سکتے ہیں۔لیکن اگرہم سب مل کر درخت لگائیں، پانی بچائیں، دھواں اورفضول چیزیں کم کریں اورزمین کے ساتھ انصاف کریں تو ہم ان خطرات سے بچ سکتے ہیں۔جیسے گاؤں کے بچوں نے ہمت سے کام لیا اوراپنے گاؤں کو بچایا، ویسے ہی ہمیں سب کومل کر اپنے ملک اورزمین کو بچانا ہوگا۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوقِ نسواں کا فریب: قسط94) مفتی طلحہ مدثر

زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات(حصہ:12)

معزز خواتین! کسی بھی معاشرے میں آمدنی، بچت، رہائش اور وسائل وطرزِ زندگی کے لحاظ سے تین قسم کے طبقات پائے جاتے ہیں، ایک طبقہ اشرافیہ اور اپر کلاس کہلاتا ہے، اس طبقہ کے پاس دولت ،مقام اور حکومتی ونجی اداروں میں اچھی خاصی رسائی ہوتی ہے، اور ایک طبقہ لوئر کلاس کہلاتا ہے، جو اپنی روزمرہ کی بنیادی ضروریات لباس، خوراک، رہائش کو حاصل کرنے میں اتنا پِس رہا ہوتا ہے ،کہ اس کے پاس مزید کچھ کرنے اور سوچنے کی فرصت نہیں ہوتی، جبکہ اس کے درمیان ایک طبقہ مڈل کلاس کا ہوتا ہے، جو نہ تو اپر کلاس کی طرح کے وسائل اور دولت رکھتا ہے، اور نہ ہی لوئر کلاس کی طرح بنیادی ضروریات کو ترس رہا ہوتا ہے، بلکہ ان کے درمیان کی ایک صورت ہوتی ہے، اس طبقہ کو معاشی طور پر ریڑھ کی ہڈی سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس طبقہ کے پاس ترقی اور تنزلی دونوں قسم کے چانسز ہوتے ہیں، (اگرچہ پاکستان میں یہ زیادہ تر تنزلی کی طرف ہی گامزن ہیں اور مڈل کلاس سے اپر کلاس میں شامل ہونے کی نسبت لوئر کلاس میں ہی شامل ہو رہا ہے)، یہ طبقہ ایک کشمکش اور خود فریبی کی کیفیت میں رہتا ہے۔

مڈل کلاس کا طرزِ عمل

اپر کلاس جو کچھ رکھتا ہے، مثلاً گھر، گاڑی، آفس اور ملبوسات وغیرہ وہ کسی کے سامنے اپنی حیثیت منوانے اور خود کو ثابت کرنے کے لیے نہیں ہوتا، کیونکہ ان چیزوں سے زیادہ ان کا اعتماد اور مقام ان کی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے، عام طور پر وہ دِکھاوے کے لیے یہ چیزیں استعمال نہیں کرتے، بلکہ ان کا طرزِ زندگی ہی ایسا ہوتا ہے، وہ بچپن سے ہی ایسے ماحول میں پلے بڑھے ہوتے ہیں، جبکہ مڈل کلاس میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر اپر کلاس کی طرح دکھنے کی بیماری ہوتی ہے، اس طور پر کہ ان کی اصل حقیقت پوشیدہ رہے، چنانچہ اس کے لیے وہ بہت تگ ودو اور کوشش کرتے ہیں، یہ رویہ اگرچہ معاشیات سے تعلق رکھتا ہے، لیکن زیب وزینت کا معاملہ

بھی اس سے جڑا ہوا ہے، مہنگے ملبوسات، فیشن کی بے شمار مصنوعات، کی طرف رغبت اور شوق مڈل کلاس میں اپر کلاس کو دیکھ دیکھ کر ہی پروان چڑھتا ہے۔

دیکھیں سیدھی سی بات ہے، ایک خاتون کا باپ یا خاوند ارب پتی ہے، ماہانہ آمدن کڑوڑں یا کئی لاکھ میں ہے، ایسے میں اگر وہ ایک لاکھ کا بھی سوٹ خرید لے، یا بیوٹی سیلون میں پچاس پچاس ہزار میک اَپ اور ہئر کٹنگ پر خرچ کرلے، تو اس کی بنیادی ضروریات اور خواہشات پر کوئی فرق نہیں پڑتا ، لیکن اگر مڈل کلاس بھی اس کی پیروی کرے گا، تو وہ اپنی آمدنی کا بڑا حصہ گنوا دے گا، مہینہ کا سارا بجٹ آوٹ ہو جائے گا، پھر قرض لینا پڑے گا، اور عادت پختہ ہو جانے پے اپنی عزت اور رتبہ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

میں یہ نہیں کہہ رہا ہے، کہ امیروں کا یہ طرزِ عمل ٹھیک ہے، میں صرف ایک حقیقت بتا رہا ہوں، دوسرے کے گال کو لال دیکھ کر اپنا منہ کو لال نہیں کرنا چاہیے، یہ صرف معاشی نہیں اسلامی مسئلہ ہے، دکھاوا، ریاکاری، شہرت، اسراف، ہوس، لالچ، خود پسندی، کونسا ایسا گناہ ہے، جو اس طرزِ عمل میں موجود نہ ہو، یہ بات یاد رکھنی چاہیے، کہ یہ سب کچھ کر کے بھی آپ اپر کلاس دِکھ سکتے ہیں، ہو نہیں سکتے ، اور جب عرصہ تک یہی طرز پختہ ہو جاتا ہے، تو پھر آخر میں ناشکری اور ڈیپریشن ہو جاتا ہے، اس سب سے چھٹکارا حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے، کہ آپ مصنوعی چیزوں کے بجائے قناعت اختیار کرتے ہوئے اپنے محدود وسائل میں خوش رہنا سیکھ لیں۔

خوش رہنا ایک فن ہے، جس کو سیکھنا پڑے گا، یہ سب چیزیں خوشی کی ضمانت نہیں ہیں، ایسے بہت سے افراد ہیں، جو ارب پتی ہیں، لیکن فیملی کے ساتھ ایک کار میں سفر نہیں کر سکتے کہ لڑائی ہو جاتی ہے، اور ایک فیملی کے پاس صرف بائیک ہوتی ہے لیکن وہ اسی میں اتنے خوش ہوتے ہیں، جیسے ہوائی جہاز میں بیٹھے ہوں، سو خوشی کا تعلق آپ کے سوچنے سمجھنے کے زاویہ سے ہے، چیزوں سے نہیں، ان چیزوں کے پیچھے بھاگنے کے بجائے سوچ کو درست کرنے کی ضرورت ہے، خوش رہنا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی عادت کا بیج ہے، خوش رہنے سے نعمت کا احساس ہوتا ہے، اور یہی احساس شکر ادا کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

بخل اور کنجوسی

جہاں خودکو برتر دکھانے کی ایک جستجو اور کوشش نظر آتی ہے، وہاں ہی ایک دوسرا طبقہ بھی ہے، جو اپنے لباس پہناوے، کھانے پینے اور طرزِ زندگی میں اپنی حیثیت اور معیار سے نیچے زندگی گزارتا ہے ،(ہمارے پاکستان میں شیخ برادری کو اس سلسلہ میں بدنامی کی سند ملی ہوئی ہے، کنجوس آدمی کو دیکھتے ساتھ پہلا خیال شیخ ہونے کا ہی آتا ہے، اور یہ لفظ طنز ومزاح میں بھی عموماً کنجوس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے)، سنت اور اسلام کی بنیاد پر سادہ زندگی گزارنا الگ بات ہے، لیکن مال کے کم ہو جانے، خرچ ہو جانے کے ڈر سے خرچ نہ کرنا بالکل الگ ہے، اس سے اسلام نے منع کیا ہے، مالی وسعت کے باوجود گھر والوں کو سہولیات فراہم نہ کرنا، مال کو سینت سینت کر رکھنا، مال سے بے انتہاء محبت کی نشانی ہے، اللہ تعالیٰ نے مال کو ضرورت میں استعمال کے لیے پیدا کیا ہے، نہ کہ جمع کر کے رکھنے کے لیے، بخل اور کنجوسی کی واضح طور پر قرآن مجید میں ممانعت ہے، سورہ نساء کی آیت نمبر 37 کا ترجمہ ہے:

> ’’جو لوگ بخل (کنجوسی) کرتے ہیں، اور لوگوں کو بھی بخل (کنجوسی) کو حکم دیتے ہیں، اور جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کر رکھا ہے، اسے چھپاتے ہیں، سو ہم نے ان کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے‘‘۔(نساء37)

اور اسی طرح سورہ آلِ عمران کی آیت 180 کا ترجمہ ہے:

> ’’جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے، وہ اس میں کنجوسی کرنے کو اپنے لیے بہتر نہ سمجھیں، بلکہ وہ ان کے لیے نہایت بدتر ہے، عنقریب قیامت کے دن ان کنجوسی کی ہوئی چیزوں کے طوق، ان لوگوں پر ڈالے جائیں گے‘‘۔(آلِ عمران180)

چنانچہ ہمیں ان دونوں طریقوں کے درمیان زندگی گزارنی ہے، نہ تو اپنی حیثیت سے بڑا دکھا کر لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے، اور نہ اپنی حیثیت سے گر کر کنجوسی کی وجہ سے خود کو بے وقعت، اور بے چارہ دکھانا ہے، اپنی وسعت اور وسائل کی حدود میں رہتے ہوئے، خود پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا ہے۔

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

گناہ پر اعانت اور گناہ کے سبب کی تحقیق (قسط:2)

آج کل گناہ پر اعانت اور گناہ کے سبب کا مسئلہ، اہلِ علم اور ان کے واسطہ سے، عوام میں زیرِ بحث آتا ہے، اور اس پر موجودہ دور میں مختلف مسائل کو متفرع کیا جاتا ہے، اور اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی اصل حقیقت کی افہام و تفہیم میں چند علمی تسامحات کی اتباع کی جاتی ہے۔

اس موضوع پر مفتی محمد رضوان صاحب نے اپنی ایک مفصل علمی و تحقیقی تالیف کے ضمن میں بحث کی ہے، اس تالیف کے مخصوص حصہ کو ذیل میں قسط وار شائع کیا جارہا ہے (......ادارہ......)

اس اصول کی بناء پر امام ابوحنیفہ کے نزدیک مذکورہ مقاصد کے لئے اپنے گھر، یا گاڑی، یا اپنے آپ کو کرایہ ومزدوری پر دینا ''سببِ محض'' یعنی گناہ تک پہنچنے کا محض راستہ ہے، اور جس طرح اس گناہ کی نسبت، کرایہ پر گھر دہندہ، اور اس کی اجرت کی طرف نہ ہوگی، اسی طرح مندر، گرجا گھر وغیرہ کے تعمیر کنندہ اور اس کی اجرت کی طرف بھی درست نہ ہوگی، اور اسی طرح شراب کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کنندہ اور اس کی اجرت کی طرف بھی نہ ہوگی، اور یہ سب امور گناہ تک پہنچنے کا صرف راستہ ''سببِ محض'' ہیں، اور ان سب صورتوں میں کرایہ پر دینے والے اور مزدور کے فعل، اور گناہ کرنے کے درمیان میں فاعلِ مختار کا اپنا فعل درمیان میں موجود وحائل ہونے کی وجہ سے، موجر ومزدور کی حیثیت گناہ کا صرف راستہ ''سببِ محض'' ہونے کے اعتبار سے یکساں ہے۔

اور اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

چنانچہ ''بدائعُ الصنائع'' میں ہے کہ:

''شراب اٹھانے پر اجرت لینا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے، صاحبین کے نزدیک جائز نہیں۔

صاحبین کے نزدیک یہ گناہ پر اعانت ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اٹھانا، گناہ پر اعانت، اور گناہ کا سبب نہیں، اور گناہ، فاعلِ مختار کے فعل سے واقع ہوتا ہے، اس لئے

www.idaraghufran.org

یہ سببِ محض ہے،جس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا،اور یہ شراب کا اٹھانا، انگور کا شیرہ نکالنے کی طرح ہے۔

البتہ شراب پینے کی نیت سے اٹھانا، گناہ ہے،اوراس کی اجرت مکروہ ہے‘‘ [1]

اورامام زیلعی نے شراب اٹھانے کی اجرت کے جواز سے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شراب اٹھانے پر اجارہ، نہ تو معصیت ہے،اور نہ معصیت کا سبب ہے،اور معصیت تو فاعلِ مختار کے فعل کے ساتھ وابستہ ہے،البتہ شراب پلانے کی نیت وقصد ہو،تو یہ گناہ ہے۔ [2]

اور’’الاختیار لتعلیلِ المختار ‘‘میں ہے کہ جس مسلمان نے ذمی کی شراب اٹھائی،تو صاحبین کے نزدیک یہ گناہ پر تعاون ہے،اس لئے جائز نہیں،اور حدیث میں اٹھانے والے پر لعنت آئی ہے،اورامام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو اجرت لینا،حلال ہے، کیونکہ گناہ تو شراب کا پینا ہے،اور اٹھانے کے لئے پینا لازم نہیں، بلکہ پینا،فاعلِ مختار کے فعل پر قائم ہے،اور حدیث میں لعنت سے مراد وہ شخص ہے،جو پلانے کے لئے اٹھائے،اسی وجہ سے اگر بہانے، یا سرکہ بنانے کے لئے اٹھائے،تو جائز ہے،جس سے معلوم ہوا کہ گناہ، بذاتِ خود اٹھانے میں نہیں،اس لئے اس کی

---

[1] ومن استأجر حمالا يحمل له الخمر فله الأجر في قول أبي حنيفة وعند أبي يوسف، ومحمد لا أجر له كذا ذكر في الأصل، وذكر في الجامع الصغير أنه يطيب له الأجر في قول أبي حنيفة، وعندهما يكره.

لهما أن هذه إجارة على المعصية؛ لأن حمل الخمر معصية لكونه إعانة على المعصية، وقد قال الله عز وجل (ولا تعاونوا على الإثم والعدوان) (المائدة :) ولهذا لعن الله تعالى عشرة :منهم حاملها والمحمول إليه.

ولأبي حنيفة إن نفس الحمل ليس بمعصية بدليل أن حملها للإراقة والتخليل مباح وكذا ليس بسبب للمعصية وهو الشرب؛ لأن ذلك يحصل بفعل فاعل مختار وليس الحمل من ضرورات الشرب فكانت سببا محضا فلا حكم له كعصر العنب وقطفه.

والحديث محمول على الحمل بنية الشرب وبه نقول :إن ذلك معصية، ويكره أكل أجرته(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،ج۴،ص۱۹۰،كتاب الاجارة،فصل في أنواع شرائط ركن الإجارة)

[2] وله أن الإجارة على الحمل، وهو ليس بمعصية، ولا تسبب لها، وإنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار، وليس الشرب من ضرورات الحمل؛ لأن حملها قد يكون للإراقة أو التخليل فصار كما لو استأجره لعصر العنب أو قطفه، والحديث محمول على الحمل المقرون بقصد المعصية، وعلى هذا الخلاف إذا آجره دابة لينقل عليها الخمر أو آجره نفسه ليرعى له الخنازير فإنه يطيب له الأجر عند أبي حنيفة -رحمه الله (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،ج۶،ص۲۹،كتاب الكراهية،فصل في البيع)

اجرت جائز ہے،اور پلانے کی نیت سے اٹھانا الگ گناہ ہے۔ [1]

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک محض شراب اٹھانے پر اجرت جائز ہے۔

البتہ اگر شراب پلانے کی نیت ہو،تو پھر مکروہ وممنوع ہے،جیسا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ شراب کو محض پہنچانے کے بجائے،مثلاً کسی ہوٹل وغیرہ میں شراب پلانے کے لئے اجرت پر کام کرنا،تو اس مخصوص صورت میں گناہ ہوگا،اور امام ابوحنیفہ نے شراب اٹھانے پر لعنت کی حدیث کو اسی طرح شراب پلانے کے لئے اٹھانے پر محمول کیا ہے،خواہ کوئی بغیر اجرت کے یہ عمل کرے،تب بھی باعثِ لعنت عمل ہے۔ [2]

اور''المحیطُ البرهانی'' کی''کتابُ البیوع''میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک شیرہ کا ایسے شخص کو فروخت کرنا،جائز ہے،جو اس سے شراب بنائے،اور یہ ایسا ہی ہے،جیسا کہ شراب بنانے والے کو انگور کا پھل،یا انگور کی بیل فروخت کرنا،کیونکہ یہاں گناہ اور فتنہ وفساد،معقود علیہ میں تغیر کے بغیر حاصل نہیں ہوتا،جس کی بناء پر گناہ،فاعلِ مختار کے فعل کی طرف منسوب کہلاتا ہے۔

اور صاحبین کے نزدیک مذکورہ بیع جائز نہیں،یہ حضرات اس کو اہلِ فتنہ کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے کی طرح قرار دیتے ہیں،اور کہتے ہیں کہ خریدار کی طرف سے فتنہ وفساد بعینہٖ اس چیز سے حاصل ہوتا ہے،جس کو مذکورہ معاملہ وعقد شامل ہے،اور انگور کے پھل،یا بیل کا شراب بنانے والے کو فروخت کرنے کا جواز اس لئے ہے کہ اس کا فساد بعینہٖ اس چیز سے حاصل نہیں ہوتا،جس کو مذکورہ معاملہ

---

[1] قال: (ومن حمل خمرا لذمی طاب له الأجر) وقالا: یکره لأنه أعانه علی المعصية .وفی الحديث: لعن الله فی الخمر عشرا "وعد منهم "حاملها.

ولـه أن المعصية شربها، وليس من ضرورات الحمل وهو فعل فاعل مختار، ومحمل الحديث الحمل لقصد المعصية حتى لو حملها يريقها أو ليخللها جاز(الاختيار لتعليل المختار، ج۴، ص ۱۶۲، كتاب الكراهية،فصل فی الإحتكار)

[2] قالوا :روی عن النبی -صلی الله علیه وسلم -أنه (لعن الخمر وحاملها).

قلنا :المراد به الحمل المحظور باتفاق، وذلک لا یکون إلا فی نقلها للشرب خاصة(التجريد للقدوری، ج۷،ص۳۶۸۸،کتاب الاجارة،مسألة:الاستئجار لحمل الخمر لغير الإراقة)

وعقد شامل ہے۔ [1]

اور ''المحیطُ البرھانی ''کے ''کتابُ الاجارات ''میں ہے کہ جب کسی آدمی نے مزدوروں کو شراب اٹھانے کے لئے اجارہ پر لیا، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کام کی اجرت جائز ہوگی، صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہوگی، کیونکہ ان کے نزدیک، یہ گناہ ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک شراب کا اٹھانا، گناہ نہیں، اور فتاویٰ ابو لیث سمرقندی میں ہے کہ جب کوئی اپنے آپ کو مجوسی کے عبادت خانہ کی آگ جلانے کے لئے اجرت پر دے، تو اس میں حرج نہیں، امام ابوحنیفہ نے مذکورہ دونوں مسئلوں میں فرق نہیں کیا، کیونکہ آگ میں تصرف کرنا، اور فی الجملہ اس سے انتفاع حاصل کرنا جائز ہے، اسی طرح شراب اٹھانے کا بھی معاملہ ہے کہ اس میں بھی فی الجملہ جائز تصرف وانتفاع ممکن ہے، مثلاً دواء کے طور پر استعمال کیا جائے، یا سرکہ وغیرہ بنایا جائے، یا بہایا جائے، لیکن صاحبین نے دونوں مسئلوں میں فرق کیا ہے۔ [2]

اور ''المحیطُ البرھانی ''کے ''کتابُ الاجارات ''میں ہی '' فتاویٰ اہلِ سمرقند'' کے حوالہ

---

[1] إذا باع العصير ممن يتخذه خمراً فلا بأس به، وهذا قول أبي حنيفة، وعلى قول أبي يوسف ومحمد رحمهم الله :يكره، وأجمعوا على أنه إذا باع العنب أو الكرم ممن يتخذه خمراً إنه لا بأس به.

فوجه قولهما وهو الفرق بين العنب والعصير والفساد والفتنة من المشترى يحصل بعين ما يتناوله العقد.

فصار كبيع السلاح من أهل الفتنة في أيام الفتنة، وفي فصل العنب الفساد والفتنة من المشترى لا يحصل بعين ما يتناوله العقد، بل يحصل بعين آخر، فإن ما يتناول العقد يتبدل العقد، فكان بمنزلة ما لو باع الحديد من أهل الفتنة. ولأبي حنيفة رحمه الله :أن الفتنة والفساد لا تقع إلا بعد تغير المعقود عليه في نفسه، فلا يكره كبيع الحديد من أهل الفتنة والفساد(المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج٧،ص ١٤١، كتاب البيع،الفصل الخامس والعشرون)

[2] اذا استأجر الرجل حمالاً ليحمل له خمراً، فله الأجر في قول أبي حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمد :لا أجر له.فوجه قولهما :أن حمل الخمر معصية؛ لأن الخمر يحمل للشرب والشرب معصية، وقد لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم حامل الخمر والمحمول إليه ، وذلك يدل على كون الحمل معصية، وأبو حنيفة رحمه الله يقول يحمل للإراقة وللتخليل كما يحمل للشرب، فلم يكن متعيناً للمعصية، فيجوز الاستئجار عليه.......وفي فتاوى أبي الليث :إذا أجر نفسه من المجوسي ليوقد له ناراً فلا بأس به، فأبو حنيفة سوّى بين هذا وبينما إذا أجر نفسه من ذمّي ليحمل له خمراً، وهما فرقا بين المسألتين.

ووجه الفرق :أن التصرف في النار والانتفاع بها جائز في الجملة، ولا كذلك التصرف في الخمر والانتفاع بها(المحيط البرهاني في الفقه النعماني ،ج٧،ص ٤٨١، كتاب الاجارات،الفصل الخامس عشر :في بيان ما يجوز من الإجارات، وما لا يجوز)

سے منقول ہے کہ اگر ذمی (غیر مسلم) نے مسلمان کو شراب اٹھانے کے لئے اجرت پر لیا، اور اس ذمی نے شراب کو پینے کی تصریح کی، یا نہیں کی، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں اجارہ جائز ہے۔

اور اسی طرح اگر ذمی نے مذکورہ طریقہ پر مسلمان سے گھر کو شراب بیچنے کے لئے کرایہ پر لیا، تو بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ ذمی کے لئے شراب پینا، اور فروخت کرنا، حرام نہیں۔

اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتیں جائز نہیں۔ [1]

فتاویٰ ہندیہ میں بھی محیط کے حوالہ سے یہی بات مذکور ہے۔ [2]

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر فریقِ دوم، غیر مسلم ہو، اور وہ گناہ کی تصریح کرے، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اجارہ جائز ہوتا ہے۔

اور اس کے مفہومِ مخالف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر فریقِ دوم مسلمان ہو، تو اجارہ جائز نہ ہوگا۔

لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ مذکورہ قول بعض مشائخِ سمرقند کے مذہب پر مبنی ہے، جن کے نزدیک

---

[1] قال(فی فتاوی أهل سمرقند)وإذا استأجر مسلماً ليحمل له خمراً ولم يقل ليشرب، أو قال ليشرب جازت الإجارة فی قول أبی حنيفة خلافاً لهما.

وكذلک إذا استأجر الذمی بيتاً من مسلم ليبيع فيه الخمر، جازت الإجارة فی قول أبی حنيفة خلافاً لهما.

والوجه لأبی حنيفة فيما إذا نص علی الشرب. إن هذه إجارة وقعت لأمر مباح؛ لأنها وقعت علی حمل الخمر ليشربها الذمی. أو وقعت علی الدار ليبيع الذمیّ وشرب الخمر مباح؛ لأن خطاب التحريم كان غير نازل فی حقه......

وفيما إذا لم ينص علی الشرب، فالوجه له أن الخمر كما يكون للشرب وإنه معصية فی حق المسلم يكون للتخليل، وإنه مباح للكل فإذا لم ينص علی الشرب يجب أن يجعل التنقل للتخليل حملاً لهذا العقد علی الصحة (المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی ، ج۷،ص ۴۸۲، ۴۸۳، كتاب الاجارات،الفصل الخامس عشر: فی بيان ما يجوز من الإجارات، وما لا يجوز)

[2] إذا استأجر رجلا ليحمل له خمرا فله الأجر فی قول أبی حنيفة -رحمه الله تعالی -وقال أبو يوسف ومحمد -رحمهما الله تعالی -لا أجر له وإذا استأجر ذمی مسلما ليحمل له خمرا ولم يقل ليشرب أو قال ليشرب جازت له الإجارة فی قول أبی حنيفة -رحمه الله تعالی -خلافا لهما، وإذا استأجر الذمی ذميا لينقل الخمر جاز عندهم لأن الخمر عندهم كالخل عندنا .كذا فی المحيط(الفتاوی الهندية،ج۴،ص ۴۴۹،كتاب الاجارة،الباب السادس عشر فی مسائل الشيوع فی الإجارة)

صرف مسلمان، مخاطب بالفروع ہیں، کفار، مخاطَب بالفروع نہیں ہیں۔

جبکہ قرآن وسنت کی ظاہری نصوص سے کفار کے مطلقاً مخاطب بالفروع ہونے کے موقف کی تائید ہوتی ہے، اور جمہور امت کا بھی یہی مسلک ہے۔

اور متعدد محققینِ حنفیہ نے بھی دیگر جمہور فقہاء کی طرح کفار کے مطلقاً مخاطب بالفروع ہونے کے قول کو راجح قرار دیا ہے، حنفیہ میں سے مشائخِ عراقیین کا یہی قول ہے، جن میں ابوالحسن کرخی اور ابوبکر جصاص وغیرہ شامل ہیں، نیز علامہ ابنِ نجیم، علامہ شامی اور متعدد حنفیہ نے اسی قول کو راجح و مختار قرار دیا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک کفار کو آخرت میں شرعی احکام کی خلاف ورزی پر بھی عذاب دیا جائے گا، جو کہ مومنوں کے ان اعمال کو ترک کرنے کے مقابلہ میں کفر اور ترکِ عقیدہ وترکِ عمل کے مجموعہ کی وجہ سے زیادہ شدید ہوگا۔ [1]

---

[1] الـذى تحرر فى المنار وشرحه لصاحب البحر أنهم مخاطبون بالإيمان، وبالعقوبات سوى حد الشرب، والـمعاملات وأما العبادات فقال السمرقنديون :إنهـم غيـر مخاطبين بها أداء واعتقادا قال البخاريون :إنهم غيـر مـخـاطبيـن بها أداء فقط وقال العراقيون إنهم مخاطبون بهما فيعاقبون عليهما وهو المعتمد .اهـ .ح(رد المحتار على الدر المختار، ج۴،ص۱۲۸، كتاب الجهاد، مطلب فى أن الكفار مخاطبون)

الـصـحيـح من مذهب أصحابنا أن الكفار مخاطبون بشرائع، وهى محرمات، فكانت ثابتة فى حقهم أيضا(رد الـمـحتـار عـلـى الدر المختار، ج۵،ص۲۲۸، كتاب البيوع، باب المتفرقات من أبوابها، مطلب فى التداوى بالمحرم)

(قوله وقد حققناه إلخ) حاصل ما ذكره هناک :أن فـى تكليفه بالعبادات ثلاثة مذاهب مذهب السمرقنديين ن غيـر مـخـاطب بها أداء واعتقادا والبخاريين مخاطب اعتقادا فقط والعراقيين مخاطب بهما فيعاقب عليهما قال :وهـو المعتمد كما حرره ابن نجيم لأن ظاهر النصوص يشهد لهم وخلافه تأويل ولم ينقل عن أبى حنيفة وأصحابه شيء ليرجع إليه اهـ (ردالمحتار، ج۲ص۵۴۸، كتاب الحج)

وما قلناه أولى .اهـ .وجـه الأولوية أن الكافر على الصحيح مكلف بالفروع والأصول كما حقق فى الأصول فلا يخرج بالتكليف(رد المحتار على الدر المختار، ج۳،ص۷۰۴، كتاب الأيمانِ)

وقال ط :وفيـه أنه لا يظهر إلا على قول من قال إن الكفار غير مخاطبين بفروع الشريعة والأصح خطابهم(رد المحتار على الدر المختار، ج۶،ص۳۹۱، كتاب الحظر والإباحة،باب الاستبراء وغيره)

وهـو مـكـلـف بـحـقـوق العباد والعقوبات اتفاقا، وبالعبادات أداء واعتقادا، وهو المعتمد عندنا، فيعاقب على ترک الأمرين، وتمامه فى ح(رد المحتار على الدر المختار، ج۱،ص۵۲۹، كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة)

والعجب كيف خفى على مشايخ سمرقند؟ !وهذا ما ذهب إليه العراقيون والشافعية، ويؤيده ظواهر الآيات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اسی وجہ سے علامہ شامی نے امام ابو حنیفہ کے نزدیک شراب بنانے والے کے ہاتھ شیرہ فروخت کرنے کے مسئلہ کے حکم میں مسلم، وغیر مسلم کے درمیان فرق کرنے کو اصح قول کے خلاف کہا ہے، اور فرمایا کہ متون میں یہ مسئلہ مسلم وغیر مسلم کی قید کے بغیر مذکور ہے، اور اصح قول یہ ہے کہ کفار بھی مخاطب بالفروع ہیں۔ [1]

اور علامہ کاسانی نے ''بدائعُ الصنائع'' میں فرمایا کہ:

''کفار، شریعت کے محرمات کے مخاطب ہیں، ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہی ہے، لہٰذا شراب کی حرمت، کفار کے حق میں بھی ثابت ہوگی، لیکن ان کو شراب کی بیع سے اس لیے منع نہیں کیا جائے گا کہ وہ اس کی حرمت کا عقیدہ نہیں رکھتے، اور اس کو مال تصور کرتے ہیں''۔ [2]

پھر کفار کے مخاطب بالفروع نہ ہونے کے قول کی توجیہ بھی شراب فروخت کرنے کے لئے گھر کرایہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ كقوله تعالى :وويل للمشركين الذين لا يؤتون الزكاة وقوله سبحانه :ما سلككم في سقر قالوا لم نك من المصلين ولم نك نطعم المسكين وذهب البخاريون إلى أنهم مكلفون في حق الاعتقاد فقط، وأبو حنيفة رضي الله تعالى عنه لم ينص ظاهرا على شيء في المسألة(روح المعاني، للألوسي، ج ١ ،ص ١٨٦ ،،سورة البقرة)

وكذا يتناولهم الخطاب بالمعاملات كالبيع لوجود التزامهم قال :ولا خلاف أن الخطاب بالشرائع يتناولهم في حكم المؤاخذة في الآخرة؛ لأن موجب الأمر اعتقاد لزوم المأمور به وهم ينكرون اللزوم وذلك كفر منهم بمنزلة إنكار التوحيد؛ لأن صحة التصديق والإقرار بالتوحيد لا يكون مع إنكار شيء من الشرائع.

وفي الميزان قال بعض مشايخ سمرقند :لا يتناولهم الخطاب أصلا لا في حق المحرمات ولا في حق العبادات إلا ما قام دليل شرعي عليه نصا، وقال بعض أهل التحقيق منهم إنهم مخاطبون بالحرمات والمعاملات دون العبادات وفي المحصول قال الأكثرون منا، ومن المعتزلة الأمر(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ٢،ص ١٢٠ ،كتاب النكاح،باب المهر)

[1] (قوله أما بيعه من المسلم فيكره) لأنه إعانة على المعصية قهستاني عن الجواهر.

أقول :وهو خلاف إطلاق المتون وتعليل الشروح بما مر وقال ط :وفيه أنه لا يظهر إلا على قول من قال إن الكفار غير مخاطبين بفروع الشريعة والأصح خطابهم وعليه فيكون إعانة على المعصية، فلا فرق بين المسلم والكافر في بيع العصير منهما فتدبر اهـ ولا يرد هذا على الإطلاق والتعليل المار(رد المحتار، ج٦، ص ٣٩١، كتاب الحظر والاباحة،فصل في البيع)

[2] الكفار مخاطبون بشرائع هي حرمات هو الصحيح من مذهب أصحابنا فكانت الحرمة ثابتة في حقهم لكنهم لا يمنعون عن بيعها؛ لأنهم لا يعتقدون حرمتها، ويتمولونها.

ونحن أمرنا بتركهم، وما يدينون(بدائع الصنائع، ج٥ ص ١٤٣، كتاب البيوع، فصل في الشرط الذي يرجع إلى المعقود عليه)

پر دینے کے مسئلہ میں موثر ہوگی، جہاں تک غیر مسلم کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کے لئے مکان کرایہ پر دینے ،یا مسلمان کو گرجا گھر کی تعمیر کے لئے اجرت پر کام کرنے کے جواز کا تعلق ہے،اس پر یہ توجیہ بھی صادق آنا مشکل ہے۔

جبکہ فقیہ ابواللیث سمرقندی نے امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسلمان کے لئے کنیسہ کی تعمیر کرنے کے عمل پر اجرت لینے کو،اوراسی طرح گرجا گھر بنانے ،اورشراب فروخت کرنے کے لئے اپنا گھر کرایہ پر دینے کو جائز کہا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

ومن استاجر مسلما لیبنی البیعة والکنیسة،لاباس به،لانه اخذ الاجرة علی عمله (فتاویٰ النوازل،ص ۳۸۲،کتاب الاجارات،مسائلِ متفرقه)

ترجمہ: اور جس نے مسلمان کو اجرت پر لیا،تاکہ وہ عیسائی،یا یہودی کے عبادت خانہ کو تعمیر کرے،تو اس میں حرج نہیں،کیونکہ اس نے اپنے کام پر اجرت کو لیا ہے (فتاویٰ نوازل)

اورابواللیث سمرقندی مزید فرماتے ہیں:

ولو أجر بیتا (لیباع) فیه خمرا،اویتخذ فیه بیت نار، أو بیعة أو کنیسة لا بأس به عند أبی حنیفة رحمه الله،لان الإجارة ترد علی منفعة البیت، ولامعصیة فیه،وانما المعصیة بفعل المستأجر.وهو المختار،وعندهما یکره لانه اعانة علی المعصیة،ولو حمل المسلم خمرا لذمی یطیب الاجرة عنده (فتاویٰ النوازل،ص ۲۸۹،کتاب الکراهیة، فصل فی البیع)

ترجمہ: اور اگر گھر کو شروب فروخت کرنے،یا آتش پرست کے عبادت خانہ،یا عیسائی،یا یہودی کے عبادت خانہ بنانے کے لئے کرایہ پر دیا،تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں حرج نہیں،کیونکہ اجارہ،گھر کی منفعت پر منعقد ہوتا ہے،اوراس میں کوئی گناہ نہیں،اور گناہ تو کرایہ پر لینے والے کے فعل میں ہے،اور یہی مختار ہے۔اورصاحبین کے نزدیک مکروہ ہے،کیونکہ (ان کے نزدیک) یہ گناہ پر اعانت ہے،اوراگر ذمی کے لئے شراب کو اٹھایا،تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی اجرت جائز ہے (فتاویٰ نوازل)

اور یہاں پہنچ کر ہمیں علامہ قاضی زادہ آفندی (المتوفی:988ھ) سے تائید دستیاب ہوئی، چنانچہ انہوں نے ہدایہ کی شرح ''تکملۃ فتح القدیر'' میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسلمان کے لئے

ذمی (یعنی غیر مسلم) کو آتش پرستی خانہ اور ''کنیسہ'' (یعنی یہودی کا عبادت خانہ) اور ''بیعہ'' (یعنی عیسائیوں کا عبادت خانہ) بنانے، اور اسی طرح شراب فروخت کرنے کے لئے مکان کرایہ پر دینے کا جو جواز مذکور ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان سب کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ معصیت اور گناہ، دوسرے فاعلِ مختار کے فعل کے ساتھ وابستہ ہے، اس لئے مکان کرایہ پر دینے والے کے ساتھ اس گناہ کی نسبت منقطع ہے، اور بعض حضرات کا اس کی وجہ یہ قرار دینا درست نہیں کہ ذمی (وغیر مسلم) گناہ گار نہیں ہوتا، اور اس توجیہ کے درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آتش پرستی، اور یہود ونصاریٰ کے عبادت خانوں کا تعلق ایمان اور اصول سے ہے، اور کفار بالاتفاق مخاطب بالإیمان، وبالأصول ہیں۔

البتہ شراب فروخت کرنے کے لئے کرایہ پر دینے کے مسئلہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی حرمت غیر مسلم کے حق میں نازل نہیں ہوئی، اور یہ اس قول پر مبنی ہوگا کہ کفار مخاطب بالفروع نہیں ہیں۔

ایسی صورت میں صاحبِ محیط نے شراب فروخت کرنے کے جواز کی صورت کو جو ذمی (غیر مسلم) کے ساتھ مختص کرکے بیان کیا ہے، تو وہ کفار کے مخاطب بالفروع نہ ہونے کے قول پر مبنی ہوگا (اور راجح قول اس کے برخلاف ہے، جیسا کہ گذرا) [1]

---

[1] قال(فی فتاوی أهل سمرقند)وإذا استأجر مسلماً ليحمل له خمراً ولم يقل ليشرب، أو قال ليشرب جازت الإجارة فی قول أبی حنيفة خلافاً لهما.

وكذلک إذا استأجر الذمی بيتاً من مسلم ليبيع فيه الخمر، جازت الإجارة فی قول أبی حنيفة خلافاً لهما.

والوجه لأبی حنيفة فيما إذا نص على الشرب. إن هذه إجارة وقعت لأمر مباح؛ لأنها وقعت على حمل الخمر ليشربها الذمی. أو وقعت على الدار ليبيع الذمیّ وشرب الخمر مباح؛ لأن خطاب التحريم كان غير نازل فی حقه(المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی ،ج۷،ص ۴۸۲، كتاب الاجارات،الفصل الخامس عشر :فی بيان ما يجوز من الإجارات، وما لا يجوز)

وقد صرح صاحب المحيط بأن صحتها لعدم كون بيع الخمر معصية للذمی كشربه، لأن خطاب التحريم غير نازل فی حقه، ولا خفاء فيما بينهما أيضا من التنافی انتهی ..

أقول :كون كلام المصنف صريحا فيما ذكره ممنوع لجواز أن يكون قول المصنف وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فيه خارجا مخرج التغليب .فإن فی المسألة المذكورة صورا :إيجار البيت لأن يتخذ فيه بيت نار وإيجاره لأن يتخذ فيه كنيسة، وإيجاره لأن يتخذ فيه بيعة .وإيجاره لأن يباع فيه الخمر.

ولا شک أن اتخاذ بيت النار واتخاذ الكنيسة واتخاذ البيعة معصية للذمی أيضا لكون الكفار مخاطبين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ تصریح کے مسئلہ کو غیر مسلم کے ساتھ مختص کر کے جواز کا حکم کرنا راجح نہیں۔

اور اصل بات یہی ہے کہ اگر اپنے مکان، یا اپنے آپ، یا اپنی سواری کو اجارہ پر دینے والا مسلمان، نہ تو گناہ کی نیت کرے، اور نہ خود سے تصریح کرے، بے شک دوسرا فریق کرے، تو مسلمان گناہ گار نہیں ہوتا، اور اگر وہ نیت، یا تصریح کرے، تب بھی وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نیت، یا تصریح کے گناہ کا مستحق ہوتا ہے، اجارہ پھر بھی درست ومنعقد ہو جاتا ہے۔

کفار کے اصول وفروع کے مخاطب ہونے کے مسئلہ کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ "کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم" میں بیان کردی ہے، جو علمی وتحقیقی رسائل میں شائع ہو چکا ہے۔ (جاری ہے)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالإيمان بلا خلاف .واتخاذ تلك الأمور ينافي الإيمان فكانت معصية قطعا، وإن لم يكن بيع الخمر معصية للكافر بنائعلى القول بأن خطاب التحريم غير نازل فى حق الكفار.

فيجوز أن تكون الصور الثلاث الأولى مغلبة على صورة بيع الخمر فى قول المصنف، وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فيه قطعا فقطع نسبته عنه، فكأنه قال :وإنما المعصية فى صورة اتخاذ المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فيه فقطع نسبة ذلك الفعل عن المؤجر .وأما فى غير صورة اتخاذ المعصية وهى صورة بيع الذمى الخمر فالأمر بين، فحينئذ لا يتحقق التنافى بينه وبين ما صرح به صاحب المحيط كما لا يخفى. ثم إنه لو سلم دلالة كلام المصنف على كون بيع الخمر أيضا معصية للذمى فلا ضير فيه؛ لأن فى نزول خطاب التحريم فى حق الكفار قولين من مشايخنا، فعند بعضهم غير نازل وعند بعضهم نازل كما عرف فى أصول الفقه فى فصل أن الكفار مخاطبون بالشرائع أم لا، فيجوز أن يكون مبنى كلام صاحب المحيط على القول الأول ومبنى كلام المصنف على القول الثانى، ولكل وجهة هو موليها(تكملة فتح القدير لقاضى زاده آفندى، ج١٠، ص٦١، كتاب الكراهية، فصل فى البيع)

جامعُ السيَر

مجموعۂ ارشادات: حضرت اقدس مولانا یوسف متالا صاحب قدس سرہٗ

بانی وشیخ الحدیث: دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ، بری، انگلینڈ

خلیفۂ اجل: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہٗ

عام قیمت: 1450 روپے — علماء وطلباء کے لیے خصوصی 50٪ رعایت

ناشر: زمزم پبلشرز، شاہ زیب سنٹر، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی

موبائل نمبر: 0309-8204773--0321-8204770

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

''رسومِ افتاء واصولِ افتاء'' پر کلام (قسط:7)

علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردُّ المحتار'' میں فرماتے ہیں:

ثم قال بعد ذكر فروع من أهل المذهب صريحة بالجواز وكلام طويل: فتحصل مما ذكرناه أنه ليس على الإنسان التزام مذهب معين، وأنه يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه مقلدا فيه غير إمامه مستجمعا شروطه، ويعمل بأمرين متضادين في حادثتين لا تعلق لواحدة منهما بالأخرى، وليس له إبطال عين ما فعله بتقليد إمام آخر؛ لأن إمضاء الفعل كإمضاء القاضي لا ينقض .

وقال أيضا: إن له التقليد بعد العمل كما إذا صلى ظانا صحتها على مذهبه ثم تبين بطلانها في مذهبه وصحتها على مذهب غيره فله تقليده، ويجتزي بتلك الصلاة على ما قال في البزازية: إنه روي عن أبي يوسف أنه صلى الجمعة مغتسلا من الحمام ثم أخبر بفأرة ميتة في بئر الحمام فقال نأخذ بقول إخواننا من أهل المدينة إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا (رد المحتار على الدر المختار، ج ١ ص ٧٥، المقدمة، مطلب في حكم التقليد والرجوع عنه)

ترجمہ: پھر علامہ شرنبلالی نے اہلِ مذہب کی جواز سے متعلق چند صریح فروعات نقل کرنے اور طویل کلام کے بعد فرمایا کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا، اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان پر مذہبِ معین کا التزام واجب نہیں، اور اسے اس کے خلاف عمل کرنا جائز ہے،

www.idaraghufran.org

جس کے مذہب کے مطابق وہ پہلے عمل کر چکا ہے، دوسرے امام کی تقلید کرتے ہوئے، اوراس کی شرائط کو جمع کرتے ہوئے، اور دو متضاد مسائل اور الگ الگ واقعات میں عمل کرنا جائز ہے، جن میں سے ایک کا دوسرے سے تعلق نہ ہو، اوراس کو خاص اس فعل کا باطل کرنا جائز نہیں، جو وہ دوسرے امام کی تقلید کر کے فارغ ہو چکا ہے، کیونکہ کسی فعل کو جاری کر دینا (اوراس پر عمل کر چکنا) قاضی کے فیصلہ کی طرح ہے، جس کو توڑا نہیں جاسکتا۔

نیز علامہ شرنبلالی نے یہ بھی فرمایا کہ عمل کے بعد اس کو تقلید کرنا جائز ہے، جیسا کہ جب ایک مذہب کے مطابق نماز کی صحت کا گمان کرتے ہوئے نماز پڑھی، پھر اس مذہب کے مطابق اس کا بطلان ظاہر ہوگیا (مثلاً حنفیہ کے مطابق نماز پڑھی، مگر نماز کے بعد خون نکلنے سے نماز کا باطل ہونا معلوم ہوا) لیکن دوسرے کے مذہب کے مطابق یہ نماز صحیح ہے (مثلاً امام شافعی کے نزدیک یہ نماز صحیح ہے، کیونکہ ان کے نزدیک خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا) تو اس کو دوسرے کی تقلید کرنا (اور مثلاً مذکورہ صورت میں امام شافعی کے مطابق نماز کو صحیح سمجھنا) جائز ہے، اوراس کو مذکورہ نماز پر اکتفاء کرنا جائز ہے، جیسا کہ بزازیہ میں فرمایا کہ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ انہوں نے جمعہ کی نماز، حمام سے غسل کر کے پڑھی، پھر ان کو خبر دی گئی کہ حمام کے کنویں میں مردہ چوہا موجود تھا، تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ہم اہلِ مدینہ کے اپنے بھائیوں کے قول کو لیتے ہیں کہ جب پانی دو ''قلوں'' کو پہنچ جائے، تو وہ ناپاک نہیں ہوتا (امام ابو یوسف نے نماز اداء کر لینے کے بعد یہ بات فرمائی) (ردالمحتار)

علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردُّالمحتار'' ہی میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

(قوله يكتب جواب أبى حنيفة) هذا بناء على ما قالوا إنه يجب اعتقاد أن مذهبه صواب يحتمل الخطأ ومذهب غيره بخلاف ذلك، وهذا مبنى على أنه لا يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضل، والحق

جوازه، وهذا الاعتقاد إنما هو فی حق المجتهد لا فی حق التابع المقلد، فإن المقلد ینجو بتقلید واحد منهم فی الفروع ولا یجب علیه الترجیح اهـ .ط ومثله فی خلاصة التحقیق فی بیان حکم التقلید والتلفیق للأستاذ عبد الغنی النابلسی قدس الله سره

(ردالمحتار، ج۶ص ۴۲۱، کتاب الحظر والإباحة،فصل فی البیع،فرع یکره إعطاء سائل المسجد إلا إذا لم یتخط رقاب الناس)

ترجمہ: صاحبِ درِمختار کا یہ کہنا کہ (مفتی ناقل)امام ابوحنیفہ کا جواب لکھے، یہ ان حضرات کےقول پرمبنی ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ اپنے مذہب کے متعلق صواب ،محتمل الخطاء اوردوسرے کے مذہب کے متعلق اس کے برعکس (یعنی خطاء، متحمل الصواب کا)عقیدہ رکھنا واجب ہے،اور یہ عقیدہ بھی اس پرمبنی ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی تقلید جائز نہیں، حالانکہ حق بات یہ ہے کہ جائز ہے (یعنی افضل کی موجودگی میں مفضول کی تقلید جائز ہے،اورمفتی ناقل کوخاص امام ومذہب کا قول لکھنا ضروری نہیں) نیز یہ اعتقاد صرف مجتہد کے حق میں تو (ظنی درجہ میں) پایا جاسکتا ہے، لیکن اس کے مقلد تابع کے حق میں نہیں پایا جاتا، کیونکہ مقلد فروع میں کسی بھی مجتہد کی تقلید کر لینے سے نجات پالیتا ہے،اوراس پرکسی مجتہد کی ترجیح واجب نہیں،اسی کے مثل استاذ عبدالغنی نابلسی قدس اللہ سرہٗ کی تالیف’’خلاصۃ التحقیق فی بیان حکم التقلید والتلفیق‘‘میں ہے(ردالمحتار)

امام شیخ عبدالغنی نابلسی دمشقی حنفی کے جس رسالہ کا علامہ شامی نے حوالہ ذکر کیا ہے،اس رسالہ میں ہی عبدالغنی نابلسی نے فرمایا:

والمجتهد المقید فی المذهب له أن یجتهد فی أصول غیر إمامه، لأنه فی معنی المقلد الذی لا یلزمه التزام مذهب معین کما سبق، إذ هو لیس بمجتهد مطلق صاحب مذهب مستقل حتی یمتنع علیه

ذلک(خلاصة التحقيق فى بيان حكم التقليد و التلفيق ،ص ۵، مطلب: حكم التقليد بعد الفعل)

ترجمہ: "مجتهدِ مقيد فى المذهب" کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے امام کے علاوہ، دوسرے (مجتہد) کے اصول میں اجتہاد کرے، اس لیے کہ وہ اس مقلد کے درجے میں ہے، جس پر مذہبِ معین کا التزام واجب نہیں، جیسا کہ گزرا، کیونکہ وہ ایسا مجتہدِ مطلق نہیں، جس کا مستقل مذہب ہو کہ اس کے لیے اس کو ممنوع قرار دیا جائے (خلاصۃ التحقیق)

نیز عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی دمشقی حنفی (المتوفی:1143ھ) اپنے رسالہ "خلاصةُ التحقيق فى بيان حكم التقليد و التلفيق" میں فرماتے ہیں:

الواجب على المقلد المطلق اتباع مجتهد فى جميع المسائل، فلا يجوز له العمل فى واقعة إلا بتقليد مجتهد، أى مجتهد كان .

وأما إذا كان مجتهداً فى البعض فقد اختلف فيه، فقيل :

يقلد فى الكل كالمطلق بناء على عدم التجزى فى الاجتهاد،

وقيل:يقلد فيما يعجز فيه عن الاجتهاد ويجتهد فيما لا يعجز بناءً على التجزى فى الاجتهاد وهو الراجح عند الأكثر.

والمقلد إذا اتبع أحد المجتهدين وأخذ بقوله، وعمل بموجبه، يجوز له أن يقلد غير ذلك المجتهد فى حكم آخر يعمل به، كمن قلد أبا حنيفة -رحمه الله تعالى -أولاً فى مسألة، وثانياً الشافعى -رحمه الله تعالى -فى أخرى، كذا صرح ابن الهمام فى كتابه "التحرير" فى علم الأصول؛ وبه قال الآمدى وابن الحاجب .قال ابن الهمام :وذلك للقطع بأنهم فى كل عصر كانوا يستفتون مرةً واحداً، ومرةً غيره، غير ملتزمين مفتياً معيناً.......

واعلم أن مذهب الجمهور، والذى اختاره ابن الهمام، أن أصل الالتزام

ليس بواجب ابتداءً، بل يجوز لكل أحدٍ أن يستفتي في كل واقعة عند أيّ مفت اختاره، ويعمل بحكمه كما كان في القرون الفاضلة من الصحابة والتابعين رضوان الله عليهم أجمعين.

ونقل صاحب "العقد الفريد" عن الإمام النووي ما يعضد هذا المذهب حيث قال :والذي يقتضيه الدليل أنه لا يلزم التمذهب بمذهب معين، بل يستفتي من شاءه من اتفق، لكن من غير تلقط الرخص، فلعل من منعه شاء لم يثق بعدم تلقطه .انتهى كلام النووي .

وقال ابن الهمام في كتابه"التحرير":فلو التزم المقلد مذهباً معيناً كأبي حنيفة والشافعي، فقيل :يلزمه انتهى .يعني الاستمرار عليه فلا يعدل عنه في مسألة من المسائل من مذهب آخر، لأنه بالتزامه يصير ملزوماً به كما التزم مذهبه في حادثة معينة ولأنه اعتقد أن المذهب الذي انتسب إليه هو الصواب فعليه الوفاء بموجب اعتقاده، كذا في "شرح التحرير" لابن أمير حاج.

وقيل :لا يلزمه وهو الأصح لما وجهه الرافعي وغيره، بأن التزامه غير ملزم إذ لا واجب إلا ما أوجبه الله ورسوله، ولم يوجب الله تعالى ورسوله على أحد من الناس أن يتمذهب لرجل ﴿رجل﴾من الأمة فيقلد دينه في كل ما يأتي ويذر غيره، ولا قائل ﴿قال﴾به أحد من المجتهدين، أن من تبعني فلا يتبع أحداً غيري(خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق،لعبد الغني النابلسي ،أما المقصد الأول: فهل على الإنسان التزام مذهب معين أم لا؟)

ترجمہ:مقلدِ مطلق پر(یعنی جومقلدِ محض ہو)تمام مسائل میں کسی بھی مجتہد کی اتباع واجب ہے،لہٰذااس کوکسی واقعہ میں مجتہد کی تقلید کیے بغیرعمل کرنا جائزنہیں،وہ مجتہدکوئی

www.idaraghufran.org

بھی ہو (جس کی تقلید کی جارہی ہو، خواہ امام شافعی، یا امام ابوحنیفہ وغیرہ)

اور جب کوئی شخص بعض مسائل میں مجتہد ہو (تمام مسائل میں مجتہد نہ ہو) تو اس کے متعلق اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ تمام مسائل میں تقلید کرے گا، جو اس بات پر مبنی ہے کہ اجتہاد میں تجزی جائز نہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ جن مسائل میں اجتہاد سے عاجز ہوگا، ان میں تقلید کرے گا، اور جن مسائل میں اجتہاد سے عاجز نہیں ہوگا، ان میں اجتہاد کرے گا، یہ اس قول پر مبنی ہے کہ اجتہاد میں تجزی جائز ہے، اکثر حضرات کے نزدیک یہی راجح ہے (اور اس سلسلہ میں دوسرے اقوال راجح نہیں ہیں)

اور مقلد جب مجتہدین میں سے کسی ایک کی اتباع کرلے، اور اس کے قول کو لے لے، اور اس کے حکم پر عمل کرلے، تو اس کو جائز ہے کہ وہ اس مجتہد کے علاوہ کی کسی دوسرے حکم میں تقلید کر کے عمل کرے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پہلے کسی مسئلہ میں تقلید کی، اور پھر اس کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ کی دوسرے مسئلہ میں تقلید کی، اسی طرح سے علامہ ابنِ ہمام نے علمِ اصول سے متعلق اپنی کتاب ''التحریر'' میں تصریح کی ہے، اور یہی قول آمدی اور ابنِ حاجب کا ہے، علامہ ابنِ ہمام نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ ہر زمانہ میں لوگ ایک مرتبہ کسی سے اور دوسری مرتبہ کسی اور سے فتویٰ طلب کیا کرتے تھے، ایک متعین مفتی کا التزام نہیں کیا کرتے تھے (ان مفتیان میں ایسے مجتہد، یا ان کے مقلد بھی ہوا کرتے تھے، جن کا اجتہادی مسائل میں باہم اختلاف ہوا کرتا تھا)......

اور یہ بات جان لیجیے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے، جس کو علامہ ابنِ ہمام نے بھی اختیار کیا ہے کہ ابتدائی طور پر کسی مذہب کا اصل التزام واجب نہیں ہے، بلکہ ہر ایک کے لیے جائز ہے کہ وہ ہر واقعہ میں جس مفتی سے چاہے، فتویٰ طلب کرے، اور اس کے مطابق عمل کرے، جیسا کہ صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک زمانوں میں اسی طرح عمل ہوا کرتا تھا۔

اور صاحبِ ''العقدُ الفرید'' نے امام نووی سے جمہور کے اسی مذہب کی تائید میں بات نقل کی ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ جس بات کا دلیل تقاضا کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ کسی مذہبِ معین کی پابندی لازم نہیں، بلکہ وہ جس سے چاہے اور جس سے اتفاق ہو، فتویٰ طلب کرسکتا ہے، لیکن رخصتوں کو چن کر نہ اٹھائے، تو غالباً جس نے منع کیا ہے، اس نے رخصتوں کو چن کر اٹھانے پر اعتماد نہیں کیا، امام نووی کا کلام ختم ہوا۔

اور ابنِ ہمام نے اپنی کتاب ''التحریر'' میں فرمایا کہ اگر کسی متعین مذہب کی تقلید کرلی، جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی، تو ایک قول یہ ہے کہ اس پر لازم ہوجائے گا، ابنِ ہمام کی بات ختم ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر برقرار رہنا لازم ہوجائے گا، اور اس کو کسی مسئلہ میں دوسرے مذہب کی طرف متوجہ ہونا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے التزام کرنے سے وہ لازم ہوجائے گا، جیسا کہ کسی مخصوص واقعہ میں کسی مذہب کا التزام کرلے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے یہ اعتقاد کرلیا ہے کہ وہ جس مذہب کی طرف منسوب ہے، وہ مذہب صواب ہے، لہٰذا اس کے عقیدہ کے مطابق اس کو پورا کرنا واجب ہوجائے گا، ابنِ امیر حاج کی ''شرحُ التحریر'' میں اسی طرح سے ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ لازم نہیں ہوگا، یہی زیادہ صحیح قول ہے، جس کی رافعی وغیرہ نے یہی توجیہ کی ہے کہ اس کا التزام کرنا، اس پر لازم کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ واجب تو وہی ہوا کرتا ہے، جس کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب کیا ہو، اور نہ تو اللہ تعالیٰ نے اور نہ اس کے رسول نے لوگوں میں سے کسی پر امت کے کسی آدمی کے مذہب کو اختیار کرنا واجب نہیں کیا کہ وہ اپنے دین میں اس کی ہر بات کی تقلید کیا کرے، اور اس کے علاوہ کو ترک کردے، اور نہ ہی مجتہدین میں سے کوئی اس کا قائل ہے کہ جو میری اتباع کرے گا، تو اسے میرے علاوہ کسی اور کی اتباع کرنا جائز نہیں ہوگا (خلاصۃ التحقیق)

اسی تالیف میں عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی دمشقی حنفی، تفصیلی بحث کے بعد فرماتے ہیں:

والحاصل :أن العلماء اختلفوا في لزوم مذهب معين، وصحح كل

أحد منهم ما ذهب إليه، وعدم اللزم وهو الراجح كما ذكرنا بعد أن لا يخرج عن المذاهب الأربعة، والله ولي التوفيق(خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد، لعبدالغني النابلسي، ص ۹،أما المقصد الأول: فهل على الإنسان التزام مذهب معين أم لا؟)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ علماء کا مذہبِ معین کے لزوم میں اختلاف ہے، اور ہر ایک نے اپنے اختیار کردہ قول کی تصحیح کی ہے، لیکن مذہبِ معین کا لازم نہ ہونا راجح ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، بعد اس کے کہ مذاہبِ اربعہ سے خروج نہ کرے، واللّٰہ ولی التوفیق (خلاصۃ التحقیق)

اس طرح کی اور بھی بہت سی عبارات ہیں، جو مذکورہ مدعیٰ کو ثابت کرتی ہیں، جن کی تفصیل ہماری اس موضوع پر مطبوعہ دوسری تالیف میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

پس اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مجتہد ہو، خواہ ایک مسئلہ میں، یا زیادہ مسائل میں، تو اس کا اصل مذہب اس کا اجتہاد ہوتا ہے، اور غیر مجتہد کا کوئی مذہب متعین نہیں ہوتا، اس کے لئے تمام معتبر مجتہدین کے مذاہب برابر ہوتے ہیں، اس لئے اس کو کسی بھی مذہب پر عمل کرنا، یا عمل کرنے والے کے لئے کسی بھی مذہب کو نقل کر کے پیش کرنا، بلکہ ایک سے زیادہ مذاہب کو نقل کرنا بھی جائز ہوتا ہے، جس کے بعد غیر مجتہد کو ان میں سے کسی بھی مذہب پر عمل کرنا جائز ہوتا ہے، خواہ وہ آسان، مذہب ہو، یا مشکل، اور غیر مجتہد کو عمل، یا فتوے کے لئے کسی مذہب کے مسئلہ کو ترجیح دینا بھی ضروری نہیں ہوتا، البتہ اگر وہ ترجیح کی اہلیت رکھے، تو ترجیح دینا بھی جائز ہوتا ہے۔

اب اگر کوئی یہ دعویٰ کرنے کی جرئت و ہمت کرے کہ مذکورہ عبارات میں بیان کیا گیا موقف اگرچہ حنفیہ کے تو موافق ہے، لیکن بہت سے اکابر ومشائخِ دیوبند کے برخلاف ہے، اس لئے قابلِ قبول نہیں؟

تو اس کو جواب میں کہا جائے گا کہ پھر تمہارے دعوے کے مطابق مذکورہ اکابر ومشائخِ دیوبند کا یہ موقف بھی ان کے اکابر ومشائخِ حنفیہ، اور بالخصوص دیوبند کے منتسبِ اعلیٰ حضرت شاہ ولی اللہ

محدث دہلوی کے کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابلِ قبول نہیں۔

اور اگر کوئی پھر بھی اعلیٰ ،اور مجتہدینِ حنفیہ کو چھوڑ کر،ادنیٰ و غیر مجتہدینِ حنفیہ کے موقف کو ترجیح دے،تو اس کی مرضی ہے،لیکن اس کو جائز نہ ہوگا کہ وہ اپنے دعوے کے مطابق ادنیٰ و غیر مجتہدینِ حنفیہ کے موقف کو چھوڑ کر اعلیٰ و مجتہدینِ حنفیہ کے ترجیح دیے گئے موقف کو اختیار کرنے پر اس کو حنفیت سے خارج قرار دینے کی جرائت کرے،کیونکہ ایک تو وہ اس پر دلائل کی رو سے کوئی راستہ نہ پا سکے گا،دوسرے اس کو پہلے اپنے مذکورہ اکابر ومشائخ کو،اور پھر اپنے آپ کو حنفیت ،اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سلسلہ سے خارج قرار دینا ضروری ہوگا،پھر اس کے بعد دوسرے کے خارج کرنے کا عمل شروع کرنا پڑے گا''ودونہ خرط القتاد''

اور مذکورہ گفتگو مقلدین کے حوالہ سے تھی،جہاں تک مجتہدین کے انقطاع واستمرار کا تعلق ہے،تو اس سے متعلق گفتگو آگے آتی ہے۔

جبکہ ہم نے اجتہاد وتقلید سے متعلق مزید تفصیلی بحث اپنی مفصل ومدلل تالیف''شاہ ولی اللہ کے فقہی افکار''اور دوسری تالیف''عمل بالحدیث''میں بیان کردی ہے۔

اب فاضل موصوف کی ذمہ داری ہے کہ انہوں نے اپنی عبارت میں جو دعویٰ امام ابوحنیفہ،امام محمد، امام ابو یوسف،اور حنفیہ کے اصحابِ اجتہاد وترجیح کے برخلاف تحریر کیا ہے،اس کا مذکورہ پایہ کے حضرات سے ثبوت پیش فرمائیں،اور ہمارے سامنے چند متاخرین کے تسامحات،یا ان حضرات کے اقوال کو پیش کرنے سے اجتناب فرمائیں،جو مذکورہ پیش کردہ حضرات کے مقابلہ اور پایہ کے شمار نہیں ہوتے،بلکہ فاضل موصوف کے اپنے دعوے کے مطابق وہ مجتہدین کے منقطع ہونے اور مقلدینِ محض کے باقی رہ جانے کے دور کے بعد کی شخصیات ہیں،جس کی رو سے نہ ان کے اجتہاد کی کوئی حیثیت ہے،اور نہ ان کے اجماع کی کوئی حیثیت ہے،اور اگر وہ ایسا نہ کرسکیں،جیسا کہ ظاہر ہے،تو پھر ہم سے ایسے مطالبات کی تکمیل کی خواہش کو ترک کردینا چاہیے،جس کے ہم سرے سے قائل ہی نہیں۔

(جاری ہے......)

عبرت کدہ

مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام (قسط1)

حضرت یوشع بن نون کا ابتدائی تعارف

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام، بنی اسرائیل کے جلیل القدر نبی تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جانشین بنایا۔ [1]

قرآن وحدیث اور تاریخی کتب میں آپ کی شخصیت کو قیادت، صبر اور جہاد کے حوالے سے نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

حضرت یوشع کا نسب، حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل سے جڑتا ہے، اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کا تعلق قبیلہ ''افرائیم'' سے تھا، اور حضرت یوسف کے پوتے، یا نواسوں میں سے شمار ہوتے تھے۔

آپ کا نسب اس طرح ہے:

---

[1] قال يزيد بن هارون، عن أصبغ بن زيد، عن القاسم بن أبي أيوب، عن سعيد بن جبير: سألت ابن عباس عن قوله:"فإنها محرمة عليهم أربعين سنة يتيهون في الأرض" الآية قال: فتاهوا في الأرض أربعين سنة يصبحون كل يوم يسيرون ليس لهم قرار، ثم ظلل عليهم الغمام في التيه، وأنزل عليهم المن والسلوى، وهذا قطعة من حديث الفتون، ثم كانت وفاة هارون عليه السلام، ثم بعده بمدة ثلاث سنين وفاة موسى عليه السلام، وأقام الله فيهم يوشع بن نون عليه السلام، نبيا خليفة عن موسى بن عمران، ومات أكثر بني إسرائيل هناك في تلك المدة، ويقال: إنه لم يبق منهم أحد سوى يوشع و كالب، ومن ها هنا قال بعض المفسرين في قوله:"فإنها محرمة عليهم"هذا وقف تام (تفسير ابنِ كثير، ج۳ص ۷۱، سورة المائدة)

(يوشع) بضم الياء المثناة التحتانية وفتح المنطقة وبالعين المهملة (ابن نون) بالنونين والأولى مضمومة وهو منصرف على اللغة الفصحى كنوح وفي بعضها قال ابو عبد الله يقال بالسين وبالشين يوسع ويوشع(الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري للكرماني، ج۲ ص ۱۴۲، كتاب العلم، باب ما يستحب للعالم إذا سئل أي الناس أعلم فيكل العلم إلى الله)

www.idaraghufran.org

’’یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل علیہم السلام‘‘ [1]

احادیث میں ان کے اہم واقعات، بالخصوص سورج کے ٹھہرنے کا معجزہ اور غنیمت کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت مذکور ہے۔

ولادت اور ابتدائی زندگی

حضرت یوشع کی ولادت مصر میں اس وقت ہوئی جب بنی اسرائیل فرعونی غلامی میں زندگی گزار رہے تھے، اس ابتدائی زندگی کا بڑا حصہ سختیوں اور غلامی کے ماحول میں گزرا، جس نے آپ کے صبر و استقلال کو جلا بخشی، آپ بچپن ہی سے ذہین، صالح اور دین دار نوجوان تھے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی، تو حضرت یوشع ان کے قریب ترین شاگردوں اور خادموں میں شامل ہو گئے۔ [2]

ابتدائی جوانی میں آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت نصیب ہوئی، قرآن کریم میں واقعۂ خضر کا ذکر کرتے ہوئے ’’فتیٰ‘‘ کا لفظ آیا ہے، جسے اکثر مفسرین نے حضرت یوشع پر محمول کیا ہے۔

---

[1] هو يوشع بن نون بن أفرائيم بن يوسف بن يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم الخليل عليهم السلام وأهل الكتاب يقولون يوشع ابن عم هود.

وقد ذكره الله تعالى في القرآن غير مصرح باسمه في قصة الخضر كما تقدم من قوله ”وإذ قال موسى لفتاه“...... ”فلما جاوزا قال لفتاه“وقدمنا ما ثبت في الصحيح من رواية أبي بن كعب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم من أنه يوشع بن نون وهو متفق على نبوته عند أهل الكتاب فان طائفة منهم وهم السامرة لا يقرون بنبوة أحد بعد موسى إلا يوشع بن نون لأنه مصرح به في التوراة ويكفرون بما ورائه وهو الحق [مصدقا لما معهم]من ربهم فعليهم لعائن الله المتتابعة إلى يوم القيامة (البداية والنهاية لابنِ كثير، ج ۱، ص ۳۷۲، كتاب المبتدأ وقصص الانبياء، ذكرنبوة يوشع وقيامه بأعباء بنى إسرائيل بعد موسى وهارون)

[2] قال محمد بن إسحاق: وهو فتى موسى الذى كان معه، صاحب أمره، نبأه الله– عز وجل في زمن موسى، وكان بعده نبيا .وهو الذى افتتح أريحا، وقتل من بها من الجبابرة، واستوقف الشمس في يومه الذى فتح الله له فيه، لبقية بقيت من الجبابرة، ليستأصلهم، خشي أن يحول الليل بينه وبين ذلك، فوقفت له الشمس بإذن الله– عز وجل حتى استأصلهم .ثم خلف بعد موسى على بني إسرائيل بأمر الله– عز وجل يقيم فيهم التوراة، وأحكام الله التي حكم بها فيهم (تاريخِ دمشق، ج ۷۴ ص ۲۶۵، تحت ترجمة ”يوشع بن نون“ رقم الترجمة ۱۰۲۱۳)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگردِ خاص اور خادم تھے، اسی قربت اور صحبت نے آپ کو قیادت کے لئے تیار کیا۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا(سورة الكهف، رقم الآية ٦٠)

یعنی ’’اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا لمبا زمانہ طے کرلوں‘‘۔

اکثر محدثین ومفسرین نے اس آیت میں ’’فتیٰ‘‘ سے حضرت یوشع بن نون کو مراد لیا ہے۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری کی روایت میں، حضرت موسیٰ کی معیت میں جونوجوان تھے، ان کا نام ’’یوشع‘‘ ذکر کیا گیا ہے۔

حدثنا الحميدى، حدثنا سفيان، حدثنا عمرو بن دينار قال: أخبرني سعيد بن جبير قال: قلت لابن عباس: إن نوفا البكالى يزعم أن موسى صاحب الخضر ليس هو موسى صاحب بنى إسرائيل، فقال ابن عباس: كذب عدو الله، حدثنى أبى بن كعب: أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن موسى قام خطيبا فى بنى إسرائيل، فسئل: أى الناس أعلم؟ فقال: أنا، فعتب الله عليه إذ لم يرد العلم إليه، فأوحى الله إليه: إن لى عبدا بمجمع البحرين هو أعلم منک، قال موسى: يا رب فكيف لى به؟ قال: تأخذ معک حوتا فتجعله فى مكتل، فحيثما فقدت الحوت فهو ثم، فأخذ حوتا فجعله فى مكتل، ثم انطلق وانطلق معه بفتاه يوشع بن نون،الخ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٤٧٢٥، كتاب تفسير القرآن، سورة الكهف، صحيح مسلم ٢٣٨٠ ”١٧٤“)

قوله صلى الله عليه وسلم (وانطلق معه فتاه) وهو يوشع بن نون معنى فتاه صاحبه ونون مصروف كنوح وهذا الحديث يرد قول من قال من المفسرين إن فتاه عبد له وغير ذلک من الأقوال الباطلة قالوا وهو يوشع بن نون بن إفرائيم بن يوسف صلى الله عليه وسلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج١٥ ص١٣٨، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر)

الثالثة– قوله تعالى:”وإذ قال موسى لفتاه“للعلماء فيه ثلاثة أقوال: أحدهما– أنه كان معه يخدمه والفتى فى كلام العرب الشاب ولما كان الخدمة أكثر ما يكونون فتيانا قيل للخادم: فتى على جهة حسن الأدب وندبت الشريعة إلى ذلک فى قول النبى صلى الله عليه وسلم: (لا يقل أحدكم عبدى ولا أمتى وليقل فتاى وفتاتى) فهذا ندب إلى التواضع، وقد تقدم هذا فى (يوسف) والفتى فى الآية هو الخادم وهو يوشع بن نون بن إفرائيم ابن يوسف عليه السلام .ويقال: هو ابن أخت موسى عليه السلام .وقيل: إنما سمى فتى موسى لأنه لزمه ليتعلم منه وإن كان حرا، وهذا معنى الأول .وقيل: إنما سماه فتى لأنه قام مقام الفتى وهو العبد قال الله تعالى:”وقال لفتيانه اجعلوا بضاعتهم فى رحالهم“وقال: :”تراود فتاها عن نفسه“قال ابن العربى: فظاهر القرآن يقتضى أنه عبد وفى الحديث: أنه كان يوشع بن نون .وفى (التفسير) أنه ابن أخته وهذا كله مما لا يقطع به والتوقف فيه أسلم(تفسير القرطبى، ج ١١ ص ١١، سورة الكهف)

www.idaraghufran.org

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

زبان(Tongue)کےامراض

قدرت نے انسانی جسم کے ظاہر میں نظر آنے والے اور بیرونی اعضاء میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ یہ ظاہر میں نظر آنے والے اعضاء جسم کے اندر چھپنے ہوئے اعضاء کی صحت اور خرابی کی نشاندہی کرتے رہتے ہیں، انہی ظاہری اور نظر آنے والے اعضاء میں سے ایک عضو زبان بھی ہے۔

زبان کے امراض اور بیماریاں جیسے زبان کی پھٹن (شقاق اللسان، Fissures of the tongue)، زبان سے ذائقہ یا چیزوں کا مزہ اور لذت محسوس نہ ہونا، یا ذائقہ خراب ہونا، زبان کی لکنت(Stuttering) یا زبان کا ہکلا پن، یعنی اٹک اٹک کر اور ہکلا کر بولنا، زبان کی حرکت میں دشواری (TongueTie/Ankyloglossia) ہونا، یا زبان کا کینسر (TongueCancer) ہونا، یہ سب حقیقت میں زبان کے اپنے امراض نہیں بلکہ جسم کے اندرونی اہم اعضائے رئیسہ کی خرابی کی علامات ہیں، جو مرض کے سبب کا مناسب علاج نہ ہونے اور مرض کے سبب کو زیادہ وقت گزر جانے کی وجہ سے دوسرے اعضاء مثلاً زبان کو بھی مختلف بیماریوں کا شکار بنا دیتے ہیں۔

اگر بیماری کی اصل اور حقیقت کو سمجھ کر بیماری کا علاج کیا جائے، اور بیماری کے اصل سبب کو دور کیا جائے، تو ظاہری اعضاء پر نمودار ہونے والی علامات خود بخود ٹھیک ہونے لگتی ہیں، یہ الگ بات ہے کہ اگر بیماری کے سبب کا جلدی علاج شروع ہوجائے، تو جلدی شفاء مل جاتی ہے، اور اگر بیماری کے سبب کا علاج دیر سے شروع کیا جائے، تو عموماً علاج مکمل ہونے میں بھی وقت لگ جاتا ہے۔

صحت مند انسان کی زبان کی حالت

صحت مند انسان کی زبان کی رنگت ہلکی گلابی یا ہلکی سرخی مائل ہوتی ہے، یہ رنگت خون کی مناسب روانی اور جسم کی صحت کی علامت ہے، ایسی زبان کی سطح قدرتی اور فطری طور پر صاف اور ہموار، ہلکی سی نمی والی اور نرم ہوتی ہے، نہ زیادہ خشک اور نہ زیادہ گیلی، زبان پر باریک چھوٹے چھوٹے ذائقہ چکھنے والے ذرات(Taste Buds) ابھرے ہوتے ہیں، صحت مند زبان آزادانہ اور بغیر کسی

رکاوٹ کے حرکت کرتی ہے، اور بولنے، چبانے اور نگلنے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے، لیکن اگر زبان کی مذکورہ صفات میں سے کوئی صفت ختم ہوجائے، تو اسے بیماری کی علامت سمجھنا چاہئے۔

زبان کی پھٹن اوراس کے اسباب

بعض اوقات جسم میں پانی کی کمی یا خون میں گرمی اور خشکی کی زیادتی سے زبان کی رطوبت خشک ہوجاتی ہے، اور زبان پھٹ جاتی ہے، اور غیر صحت مند غذا استعمال کرنے والے افراد کی بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ زبان پر لکیریں اور زبان کے پھٹنے کے امکانات بڑھتے رہتے ہیں، اس کے علاوہ زبان کی پھٹن کے دیگر مختلف اسباب بھی ہیں۔

پان، سگریٹ اور دیگر تیز اثر رکھنے والی چیزوں کے کھانے پینے سے بھی بعض اوقات معدہ کی خرابی سے اور بدہضمی سے، یا بعض اوقات گرم چائے یا دودھ پینے سے بھی زبان پھٹ جاتی ہے، ایسی صورت میں زبان کی رنگت سرخ ہوجاتی ہے، بات کرنے اور کھانے پینے میں تکلیف ہوتی ہے۔

ایسے شخص کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے نظامِ ہضم کا خیال رکھے، قبض نہ ہونے دے، اور ترش ومصالحہ دار چیزیں کھانے سے پرہیز کرے، اور غذا میں دودھ ساگودانہ، فیرنی، مونگ کی کھچڑی، ٹھنڈے مزاج والی سبزیاں مثلاً کدو، ٹینڈے، شلجم جیسی سبزیاں استعمال کرے، عموماً مناسب غذا کے استعمال اور پرہیز کرنے سے دو، تین دنوں میں ہی شفاء حاصل ہوجاتی ہے۔

زبان کا ذائقہ خراب ہونا، یا مزہ اور لذت محسوس نہ ہونا

زبان کا ذائقہ خراب ہونے کی بیماری میں زبان کی حِس کمزور ہوکر کام کرنا چھوڑ دیتی ہے، اور مریض کو کسی چیز کا ذائقہ اور مزہ معلوم نہیں ہوتا، زبان کا ذائقہ محسوس نہ کرسکنے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، چنانچہ کبھی نزلہ، زکام اور ناک بند رہنے سے سونگھنے کی حس کمزور ہوجاتی ہے، جس سے زبان کا ذائقہ بھی متاثر ہوتا ہے، کبھی زبان پر چھالے اور منہ خشک رہنے یا دانتوں اور مسوڑھوں کی کسی بیماری سے زبان کا ذائقہ خراب ہوجاتا ہے، اسی طرح کسی تیز دواء یا اینٹی بائیوٹیکس کے کھانے سے بھی منہ کا ذائقہ متاثر ہوجاتا ہے، غرضیکہ زبان کا ذائقہ خراب ہونا یا زبان سے کسی چیز کا مزہ اور لذت محسوس نہ ہونا، یہ خود کوئی مرض اور بیماری نہیں، ﴿بقیہ صفحہ ۵۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ

مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

- ......8/صفر المظفر بروز اتوار، طالبِ علم الرحمٰن بن گل محمد اور محمد عبداللہ بن شاسم خان کے تکمیلِ حفظِ قرآن کے موقعہ پر دعائیہ تقریب ہوئی، جس میں مولانا طلحہ مدثر صاحب نے طلبۂ حفظ میں بیان بھی کیا۔
- ......18/صفر المظفر بروز بدھ شعبہ حفظ میں سہ ماہی امتحان منعقد ہوئے، مولانا بلال صاحب اور بندہ محمد ناصر نے طلبۂ حفظ کا امتحان لیا۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۸ ''زبان (Tongue) کے امراض''﴾

بلکہ کسی دوسری بیماری کی علامت ہے۔

لٰہذا زبان کے ذائقہ کی حس خراب ہونے کی صورت میں اس کے سبب کا علاج کرنا چاہیے، اور معدہ کی اصلاح کا خاص خیال رکھنا چاہیے، اور دیر ہضم چیزیں مثلاً گوبھی، مٹر، اروی، ماش کی دال، اور دودھ دہی سے پرہیز کرنا چاہیے، مزید براں منہ اور دانتوں کی صفائی کرنا، اور نمک والے نیم گرم پانی سے غرارے کرنا، اور گرم پانی سے بھاپ لینا، بھی مذکورہ تفصیل کی روشنی میں مفید ہے۔

زبان کی لکنت (Stuttering) یا زبان کا ہکلا پن

زبان کی لکنت اور اٹک اٹک کر بولنے کی بیماری بچوں اور بڑوں دونوں میں ہوسکتی ہے، پھر اس بیماری کے اسباب بھی مختلف ہیں، بچپن میں بہت تیز بولنے اور الفاظ صحیح طرح ادا نہ کرنے کی عادت ، یا والدین اور دوسروں کی سختی سے بچہ دباؤ میں آکر لکنت کا شکار ہوجاتا ہے، اسی طرح نفسیاتی اسباب مثلاً ڈر، خوف، گھبراہٹ، بیرونی دباؤ اور اعتماد کی کمی سے زبان میں لکنت آجاتی ہے۔

بعض اوقات دماغی و اعصابی کمزوری، یا فالج کے حملے سے بھی زبان میں لکنت آجاتی ہے۔

لکنت کے علاج میں سب سے مؤثر اور مفید طریقہ بولنے کی مشق کرنا ہے، جس کے مختلف طریقے ہیں، آہستہ اور سکون سے بولنے کی مشق کرنا، مشکل الفاظ کو بار بار دہرانا، گہرا سانس لے کر صحیح طرح الفاظ ادا کرنا، یا پھر آئینے کے سامنے بولنے کی مشق کرنا، اعتماد بڑھانا، اسٹریس اور گھبراہٹ کم کرنے کی مشق کرنا، اونچی آواز میں کوئی کتاب یا قرآن مجید کی تلاوت کرنا، حمد و نعت پڑھنا، نیز خشک میوہ جات اور بادام، اخروٹ وغیرہ کا استعمال کرنا بھی فائدہ مند ہوتا ہے۔

www.idaraghufran.org